

قبروں پر دعا کرنے کا شرعی حکم

مُلحَق: قبولیتِ دعا کے شرعی اسباب

مؤلف:

فضيلة الشيخ ماجد بن سليمان الرسي

ترجمة بلغة الأردو لكتاب:

التبصرة في بيان أن تحري إجابة دعاء الله تعالى عند القبور بدعة منكورة

لفضيلة الشيخ ماجد بن سليمان الرسي

تفصیلات کتاب

* کتاب: قبروں پر دعا کرنے کا شرعی حکم

* تالیف: فضیلۃ الشیخ: ماجد بن سلیمان الرسی

* ترجمہ: سیف الرحمن حفظہ الرحمن تیمی

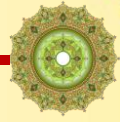
* سن اشاعت: ۱۴۴۱ھ - ۲۰۲۰ء

* صفحات: ۹۸

binhifzurrahman@gmail.com

* ایمیل (مترجم):

✽ اس کتاب کے جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں ✽



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على نبي بعده، أما بعد:

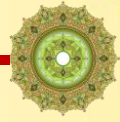
اللہ نے جن وانس کو محض اس لیے پیدا فرمایا کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [سورة الذاریات: 56].

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

عبادت میں ہر وہ ظاہری و باطنی قول و عمل شامل ہے جو اللہ کو پسندیدہ اور محبوب ہو۔

"چنانچہ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، راست گوئی، امانت داری، والدین کی فرمانبرداری، صلہ رحمی، وعدہ وفا کرنا، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، کفار و منافقین سے جہاد کرنا، پڑوسی، یتیم، مسکین، مسافر، غلام اور چوپایوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، دعا و مناجات، ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن جیسے اعمال صالحہ کا اہتمام کرنا عبادت ہے۔

اسی طرح اللہ و رسول ﷺ سے محبت رکھنا، اللہ سے خوف کھانا اور اس سے توبہ و انابت کرنا، اس کے لیے دین کو خالص رکھنا، اس کے حکم پر صبر کرنا، اس کی نعمت کا شکر بجالانا، اس کی



تقدیر پر راضی ہونا، اسی پر توکل کرنا، اس کی رحمت کی امید رکھنا، اس کے عذاب سے خائف رہنا اور ان جیسے دیگر اوصاف اختیار کرنا بھی اللہ کی عبادت ہے" (1)۔

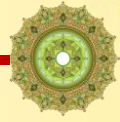
عبادت کی ضد یہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں شرک کیا جائے، وہ اس طرح کہ انسان اللہ کے لیے کوئی سا جھمی مقرر کر لے اور اس کی ایسی ہی عبادت کرے جیسے اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، اس سے اللہ کی طرح خوف کھائے، اور دعا و نماز یا ذبح یا نذر و نیاز جیسی عبادت کے ذریعہ اس کا تقرب ایسے ہی حاصل کرے جیسے اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

دعا ایک عظیم الشان عبادت ہے، جسے اللہ نے بہت سی آیتوں میں بطور خاص ذکر فرمایا ہے، نبی ﷺ نے بھی بہت سی صحیح احادیث کے اندر اس کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا ہے، شریعت میں قبولیتِ دعا کے وہ اسباب و وسائل بھی بیان کر دیے گئے ہیں کہ جنہیں اگر بندہ مسلم اختیار کرے تو اس کی دعا قبولیت کے قریب ہوگی، بنسبت اس دعا کے جو ان اسباب سے خالی ہو، قبولیتِ دعا کے یہ اسباب چھ قسم کے ہیں (2):

پہلا سبب دعا گو کی ذات سے متعلق ہے۔

(1) منقول از: مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ۱۰/۱۳۹-۱۵۰، معمولی تصرف کے ساتھ۔

(2) مولف - اللہ ان کی بخشش فرمائے - کا یہ کہنا کہ ان اسباب کی چھ قسمیں ہیں، یہ محض ان کی ذاتی تحقیق اور مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ واللہ المستعان



دوسرا سبب دعا گو کی عبادت سے متعلق ہے۔

تیسرا سبب دعا گو کی حالت سے متعلق ہے۔

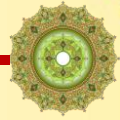
چوتھا سبب دعا کے وقت سے متعلق ہے۔

پانچواں سبب دعا کی جگہ سے متعلق ہے۔

چھٹا سبب دعا کے آداب سے متعلق ہے⁽¹⁾۔

ہر چند کہ شریعت میں قبولیتِ دعا کے اسباب بیان کر دئے گئے ہیں، پھر بھی اس سلسلے میں لوگ تین گروہ میں بنٹے ہوئے ہیں: ایک گروہ وہ ہے جو قبروں میں مدفون صالحین اور اولیا کو پکارتا ہے اور یہ گمان رکھتا ہے کہ ان کی دعا قبولیت کے قریب ہے، جب کہ ایسا کرنا بغیر کسی شک و شبہ کے غلط ہے، اس کی تین وجوہات ہیں:

⁽¹⁾ ہر قسم کے تعلق سے تفصیلی گفتگو جلد ہی آئے گی ان شاء اللہ۔



پہلی وجہ: غیر اللہ کو پکارنا شرکِ اکبر ہے جو انسان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے، کیوں کہ دعا عبادت ہے⁽¹⁾، اور تمام طرح کی عبادتیں صرف اللہ کے لیے انجام دی جا سکتی ہیں، چنانچہ جس نے غیر اللہ کے لیے کوئی عبادت انجام دیا تو اس نے شرک کیا۔

دوسری وجہ: مُردہ حضرات پکارنے والوں کی پکار کو نہیں سنتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

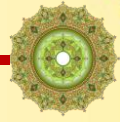
ہے: ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ﴾ [سورۃ فاطر: 22].

ترجمہ: آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

تیسری وجہ: مُردوں کو یہ تصرف اور قدرت حاصل نہیں کہ وہ اپنی ذات کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں، چہ جائیکہ دوسروں کے کام آئیں، اسی وجہ سے انہیں پکارنا اور ان سے حاجت طلبی کرنا حد درجہ حماقت اور نہایت باطل و بے بنیاد عمل ہے۔

لوگوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور قبولیت کے وہ مقامات اختیار کرتا ہے جن کا ذکر قرآن و سنت میں آیا ہے تاکہ ان کی دعا شرفِ قبولیت سے سرفراز ہو سکے، جیسے رات کی آخری تہائی میں دعا کرنا، سجدہ کی حالت میں دعا کرنا، عرفہ کے دن

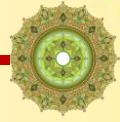
(1) جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے: "دعا ہی عبادت ہے"۔ اسے ابو داؤد (۱۳۷۹) اور ترمذی (۲۹۶۹) وغیرہما نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔



دعا کرنا اور ان جیسے قبولیت کے دیگر مقامات۔ یہی وہ لوگ ہیں جو شریعت پر قائم ہیں اور نبی ﷺ کے سچے پیروکار ہیں، اللہ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے۔

تیسرا گروہ وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرتا ہے، اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتا، لیکن یہ لوگ قبولیت دعا کے لیے بعض ایسے مقامات کو اختیار کرتے ہیں جن کا ذکر شریعت میں نہیں آیا ہے، بلکہ شریعت نے ایسی جگہوں پر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسے قبروں پر جا کر قبولیت کی نیت سے دعا کرنا، خواہ انبیاء و صالحین کی قبریں ہوں یا کسی اور کی، ایسا عقیدہ رکھنے والا قبر کے پاس جا کر دعا کرتا ہے کہ: اے پروردگار! مجھے اولاد سے نواز، میرا قرض چکا دے... وغیرہ۔

اس مختصر مقالہ کے اندر میں نے تیسرے گروہ کے عقیدہ کا جائزہ لیا ہے اور مختلف ناچے سے ان کی غلطی کو واضح کیا ہے، نیز اس کا شرعی متبادل بھی پیش کیا ہے، بایں طور کہ ان مقامات، اوقات اور حالات پر روشنی ڈالی ہے جن کے بارے میں شرعی نصوص یہ دلالت کرتے ہیں کہ ان میں دعا قبول ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قاری اس بات سے پوری طرح آگاہ ہو جائے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، کیوں کہ بندہ جب کوئی ایسا عمل کرتا ہے جو شریعت میں نہیں آیا ہے، تو اس کا یہ عمل مسترد کر دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی دین الہی میں زیادتی کرنے کا گناہ بھی اس کے اوپر ڈال دیا جاتا ہے،



جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے: (جو شخص ہمارے دین میں وہ بات نکالے جو اس میں نہ ہو۔ یعنی بغیر دلیل کے۔ وہ مردود ہے) (1)۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: (جو شخص ایسا کام کرے جو ہمارے دین کے منافی ہو تو وہ مردود ہے) (2)۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو یہ توفیق بخشے کہ اپنے سارے اعمال خالص اللہ کی رضا کے لیے اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں انجام دیں، نیز ہمیں اور تمام مسلمانوں کو گمراہی کے راستوں سے محفوظ رکھے۔ واللہ اعلم، وصلى الله على نبينا محمد، وآله وصحبه، وسلم تسليما كثيرا۔

از قلم:

ماجد بن سليمان الرسى

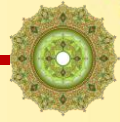
۱۴ رمضان ۱۴۳۳ھ

۰۰۹۶۶۵۰۵۹۰۶۷۶۱

Majed.alrassi@gmail.com

(1) اسے بخاری (۲۶۹۷) اور مسلم (۱۷۱۸) نے روایت کیا ہے

(2) اسے امام مسلم (۱۷۱۸) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔



باب: قبولیت کے قصد سے قبروں پر دعا کرنا باطل عمل ہے

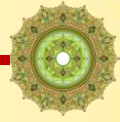
الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، سيدنا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين.

اما بعد:

غیر اللہ کو پکارنا شرک اکبر ہے جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اس سے کفر لازم آتا ہے اور ہمیشہ کے لیے جہنم کی زندگی واجب ہو جاتی ہے، یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے جو کہ پوری طرح واضح ہے۔

قبروں پر قبولیت کی امید سے اللہ کو پکارنا نفسہ تو شرک نہیں ہے، لیکن شرک میں واقع ہونے کا ایک بڑا ذریعہ ہے، چوں کہ شیطان ایسا کرنے والے کی نظر میں مقبور (جو قبر میں مدفون ہے) کو پکارنے کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے، بطور خاص اس کی نظر میں جو بے کس و مضطر ہو، ایسا شخص اگر شیطان کے بہکاوے میں آگیا تو وہ شرک اکبر کا شکار ہو جائے گا۔ اللہ کی پناہ۔

قبروں پر قبولیت کی غرض سے دعا کرنا باطل و بے بنیاد عمل ہے، اس کی پانچ وجوہات ہیں: پہلی وجہ: کتاب و سنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ قبروں پر اللہ کو پکارنا افضل ہے۔ بلکہ شریعت اسلامیہ کا یہ ایک ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ ہر وہ عبادت جو کتاب و سنت میں وارد نہیں، وہ مردود ہے، جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے: "جو شخص



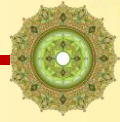
ہمارے دین میں وہ بات نکالے جو اس میں نہ ہو۔ یعنی بغیر دلیل کے۔ وہ مردود ہے) (1)۔
 ایک دوسری روایت میں ہے کہ: (جو شخص ایسا کام کرے جو ہمارے دین کے منافی ہو تو وہ
 مردود ہے) (2)۔

دوسری وجہ: اگر بطور خاص قبروں پر دعا کرنا مشروع ہوتا۔ خواہ وہ واجب ہو یا مستحب۔ تو
 صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی قبر کے پاس ایسا ضرور کرتے، جب کہ قرون مفضلہ کے سلف صالحین
 سے ایسا ثابت نہیں ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کئی بار قحط سالی اور مصائب کا سامنا ہوا، مگر ان سے
 کبھی یہ ثابت نہیں کہ قبر نبوی ﷺ کے پاس آکر انہوں نے دعا کی ہو یا کبار صحابہ میں سے
 کسی کی قبر کے پاس آکر ایسا کیا ہو۔ اگر یہ مشروع عمل ہوتا تو وہ ضرور کرتے اور ان کا عمل ہم
 تک پہنچا ہوتا، کیوں کہ یہ ایسا عمل ہے کہ اسباب اور عزم و حوصلے جس کو نقل کرنے کے لیے
 مہیا تھے، معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع تھا کہ ایسا کرنا بدعت ہے۔ اس نکتہ پر غور
 فرمائیں، یہ فائدے کی بات ہے۔

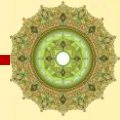
(1) اسے بخاری (۲۶۹۷) اور مسلم (۱۷۱۸) نے روایت کیا ہے

(2) اسے امام مسلم (۱۷۱۸) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔



ابن تیمیہ ⁽¹⁾ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جو شخص احادیث کی کتابوں کا بغور مطالعہ کرے اور سلف کے حالات سے واقف ہو اسے یقین کامل ہو جائے گا کہ وہ نہ تو قبروں کے پاس مدد طلب کیا کرتے تھے اور نہ ہی قبروں کے پاس جا کر دعا کا اہتمام کیا کرتے تھے، بلکہ جو جاہل و نادان حضرات ایسا کرتے انہیں وہ اس سے منع کیا کرتے تھے، جیسا کہ ہم نے اس کی بعض مثالیں ذکر کی ہیں، مختصر یہ کہ قبروں کے پاس دعا کرنا یا تو دوسری جگہ پر دعا کرنے سے افضل ہو گا یا نہیں ہو گا، اگر ایسا کرنا افضل ہو تا تو یہ جائز نہیں تھا کہ اس کا علم صحابہ و تابعین اور تبع تابعین سے مخفی رہ جائے، قرونِ مفضلہ کے لوگ اس عظیم فضیلت سے ناواقف ہوں اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کو اس کا علم ہو جائے، نیز یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ اس عمل کی اس

(1) آپ امام، علامہ، علم کے سمندر، فقیہ اور حقیقی معنوں میں شیخ الاسلام، ابو العباس، تقی الدین، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام، حرانی ثم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ ابن تیمیہ سے ملقب ہیں، جب دین اسلام کی نامانوسیت اور اجنبیت اپنی جڑ جما چکی تھی، دنیا علم کلام کی بدعتوں، صوفیت کی خرافات، قبر پرستی کی شرکیات اور فلاسفہ و روانفص کے الحاد سے تاریک ہو چکی تھی، تب انہوں نے دین اسلام کی تجدید فرمائی، کتاب و سنت کے منہج پر صاف و شفاف اسلام کی دعوت کا از سر نو آغاز کیا، حق کی آواز بلند کی، اہل باطل کے دانت کھٹے کر دئے، دعوت و عزیمت کی اس راہ میں قید و بند کی زندگی کاٹی، اللہ نے ان کی کاوشوں کو مقبولیت عطا کی، ان کی تصنیفات کا شہرہ پورے عالم میں پھیل گیا، آپ کے بعد آنے والے علمائے سنت آپ پر منحصر رہے، آپ کے بہت سے شاگرد ائمہ اسلام بن کر نمودار ہوئے، جیسے ابن قیم، ابن کثیر، ذہبی اور ابن عبد البہادی وغیرہم۔ ان کی وفات سنہ ۷۲۸ھ میں ہوئی، چند محققین نے شیخ بکر ابو زید رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اشراف آپ کی سوانح پر لکھی گئی تحریروں کو ایک نفیس کتاب میں جمع کر دیا ہے، اور اسے "الجامع لسیرة شیخ الإسلام ابن تیمیة خلال سبعة قرون" کے نام سے موسوم کیا ہے، اس کتاب کو دار عالم الفوائد - مکہ نے نشر کیا ہے، ابن تیمیہ سے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کریں۔



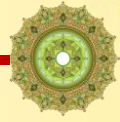
عظیم فضیلت سے واقف تو رہے ہوں لیکن اس سے بے زاری اختیار کی ہو، جب کہ وہ ہر قسم کی نیکی و بھلائی کے حریص تھے، بطور خاص دعا و مناجات (ان کا خاص و طیرہ تھا)، کیوں کہ جو شخص بے کس و مضطر ہو وہ ہر سبب کا سہارا لیتا ہے خواہ اس میں ایک طرح کی کراہت ہی کیوں نہ ہو، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بہت ساری دعاؤں کے وقت بے کس و مضطر ہوں اور یہ جان رہے ہوں کہ قبروں پر دعا کرنے کی یہ فضیلت ہے، اس کے بعد بھی ایسا کرنے سے باز رہے ہوں؟

یہ فطری اور شرعی دونوں طریقے سے محال ہے۔

چنانچہ جب قبروں کے پاس دعا کرنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے، تو بالقصد وہاں پر دعا کرنا گمراہی اور گناہ ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ان مقامات پر دعا کا اہتمام کرنا بدعت ہے جن کے پاس دعا کرنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے، جیسے نہروں کے کنارے، درخت کی جڑوں کے پاس، بازاروں کی دکانوں میں، راستوں کے کنارے، اور ان جیسے دیگر بے شمار مقامات پر جن کی تعداد اللہ ہی کے علم میں ہے۔

اس کی دلیل قرآن میں مختلف مقامات پر آئی ہے، مثال کے طور پر اللہ کا یہ فرمان:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ﴾ [سورة



ترجمہ: کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔

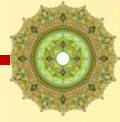
جب اللہ نے قبروں کے پاس دعا کرنے کو نہ تو مستحب قرار دیا ہے اور نہ ہی واجب، تو جس نے اسے مشروع ٹھہرایا اس نے دین کے اندر ایسا حکم ایجاد کیا جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَأَلَّا تُمَّوْاْ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا نَعْمُونَ ﴿٣٣﴾﴾

[سورة الأعراف: 33].

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

قبروں کے پاس اس عبادت کو انجام دینا اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرانا ہے جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی، کیوں کہ اللہ نے ایسی کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی جو قبروں کے پاس دعا کا اہتمام کرنے کو مستحب بتاتی ہو اور اس کو دوسری جگہ کی دعا سے افضل قرار دیتی ہو، جس نے اس عمل کو اللہ کا دین ٹھہرایا اس نے اللہ کے ذمے ایسی بات لگائی جس کا



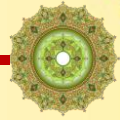
اسے علم نہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کیا خوب ہے کہ: (جس کی اللہ نے کوئی سندا نازل نہیں کی)، اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ - دین میں - قیاس آرائی اور قصہ گوئی کی راہ مسدود کر دی جائے۔ انتہی (1)۔

ابن قیم (2) رحمۃ اللہ علیہ شرعی زیارت کے سلسلے میں گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

بیس سے زائد سالوں تک اہل قبور کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت تھی یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دے دی، آپ کے خلفائے راشدین کی بھی یہی سنت رہی اور تمام

(1) اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/۶۸۷-۶۸۸، مزید فائدے کے لیے دیکھیں: ۲/۷۲۸، نیز دیکھیں: مجموع الفتاوی: ۱۳۰-۱۲۹/۲

(2) آپ محمد بن ابو بکر بن سعد زری قم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ ابن قیم الجوزیہ کے نام سے مشہور ہیں، آٹھویں صدی کے علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، آپ زندگی بھر اپنے استاد ابن تیمیہ کو لازم پکڑے رہے تا آنکہ سنہ ۷۲۸ھ میں ان کی وفات ہو گئی، آپ کا شمار ابن تیمیہ کے کبار شاگردوں میں ہوتا ہے، شیخ کی وفات کے بعد آپ نے ہی دعوتی اور علمی جہاد کا پرچم سنبھالا اور اس پر اپنی وفات سنہ ۷۵۱ھ تک کاربند رہے، آپ کو علم و معرفت میں کشادگی، حجت و برہان میں قوت اور فقہ و استنباط میں گیرائی حاصل تھی، آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں، آپ کی کتابوں کو ہر طبقہ کے لوگوں میں مقبولیت و پزیرائی حاصل ہوئی، بلکہ آپ کے بعد آنے والے حضرات آپ پر منحصر ہو گئے، آپ نے اسلامی عقیدہ کی پر زور نصرت و تائید کی، نظم و نثر ہر دو اسلوب نگارش سے بدعتیوں کی تردید فرمائی، بطور خاص فلسفہ، قبر پرستی، تاویل اور تصوف کے خیموں پر کاری ضرب لگایا، اللہ ان پر رحمت کی برکھا برسائے، آپ اور آپ کے شیخ نے دین الہی کی تجدید فرمائی، یہ دونوں امت اسلامیہ کی زندگی کے لیے انقلابی پیش خیمہ تھے۔ آپ کی سوانح حیات کے لیے دیکھیں: شذرات الذہب لابن عماد، ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب، ان کی شخصیت پر لکھی گئی جامع ترین کتابوں میں شیخ بکر بن عبد اللہ بوزید کی تالیف کردہ کتاب "ابن القیم الجوزیہ، حیاتہ و آثارہ" سرفہرست ہے۔



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احسان و بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تابعین رحمہم اللہ بھی اسی طریقہ پر کاربند رہے، کیا روئے زمین کا کوئی فرد بشر ان میں سے کسی ایک سے بھی صحیح، حسن، ضعیف، یا منقطع سند سے ہی سہی، یہ نقل کر سکتا ہے کہ ان کو جب کوئی حاجت درپیش ہوتی تو وہ قبروں کا قصد کرتے اور وہاں جا کر دعا کرتے، ان کو چھو کر (تبرک حاصل کرتے)، چہ جائیکہ وہاں پر نماز پڑھتے، یا ان میں مدفون مُردوں کے توسط سے اللہ سے سوال کرتے، یا ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے؟

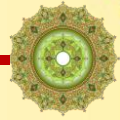
وہ ہمیں اس سلسلے میں کوئی ایک اثر یا کوئی ایک حرف ہی دکھا دے؟⁽¹⁾

میرا کہنا ہے: سلف صالحین سے جو چیز منقول ہے وہ یہ کہ وہ قبروں کی زیارت تو کرتے تھے لیکن دعا کی غرض سے نہیں، اس لیے ہمیں بھی محض وہی کرنا چاہیے جو انہوں نے کیا، ابن عمون نقل کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے نافع سے پوچھا: کیا ابن عمر⁽²⁾ قبر پر سلام پیش کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں، میں نے سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ انہیں دیکھا کہ وہ جب قبر سے گزرتے تو فرماتے: سلامتی ہو نبی ﷺ، ابو بکر اور میرے والد عمر پر⁽³⁾۔

(1) انعام اللہ: ۳۶۷-۳۶۸

(2) یعنی: صحابی جلیل حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔

(3) اسے بیہقی نے "الکبریٰ" ۵/۲۴۵ میں نافع کی سند سے اور آجری نے "الشریعیۃ" ۱۹۱۴ میں باب ذکر دفن آبی بکر و عمر رضی اللہ عنہما مع النبی ﷺ کے تحت معاذ بن معاذ عن ابن عمون عن نافع کی سند سے روایت کیا ہے۔



مالک نے "الموطا" میں عبد اللہ بن دینار سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ کی قبر پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ اور ابو بکر و عمر پر درود پڑھ رہے ہیں (1)۔

بیہقی نے "شعب الایمان" (2) میں عبید اللہ عن نافع کی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے نبی ﷺ کی قبر پر جاتے، آپ پر درود و سلام پڑھتے اور آپ کے لیے دعا کرتے، لیکن قبر کو چھوتے نہیں، پھر ابو بکر پر سلام پڑھتے، پھر اپنے والد پر سلام پیش کرتے ہوئے کہتے: السلام علیک یا اَبَت۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ان آثار میں ایسے لوگوں کی واضح تردید موجود ہے جو قبر نبوی ﷺ کے پاس دعا کی فضیلت کے قائل ہیں، کیوں کہ اس مقام پر دعا کرنے کی اگر کوئی خاصیت

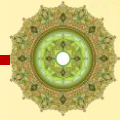
نیز مالک نے "الموطا" میں، کتاب قصر الصلاة والسفر کے اندر باب ماجاء فی الصلاة علی النبی ﷺ کے تحت عبد اللہ بن دینار سے عبد اللہ بن عمر کا عمل... نقل کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة اصحاب اللجمیم": ۲/۶۶۸ میں اس حدیث کو ابن بطہ کی کتاب "الابانۃ" سے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

معاذ بن معاذ سے مراد عنبری ابو المثنیٰ ہیں، جو کہ ثقہ اور متقن راوی ہیں، ابن عون ان کے شیوخ میں سے ہیں۔ ان کی سوانح کے لیے دیکھیں: تہذیب الکمال۔

تعمیہ: کتاب "الشریعة" میں (ابن عون کی جگہ) "ابن عوف" آیا ہے، جب کہ صحیح ابن عون ہے، ان کا نام عبد اللہ بن عون المزنی، ابو عون البصری ہے، یہ بھی ثقہ مثبت اور فاضل راوی ہیں۔ ان کی سوانح کے لیے دیکھیں: تہذیب الکمال۔

(1) کتاب قصر الصلاة فی السفر، باب ماجاء فی الصلاة علی النبی ﷺ

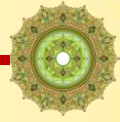
(2) ۸/۸۸-۸۹، حدیث: (۳۸۵۳)، نیز عبد الرزاق نے "المصنف" میں روایت کیا ہے، حدیث: (۶۷۲۳)۔



ہوتی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما ضرور دعا کرتے، کیوں کہ وہ خیر و بھلائی اور اتباع سنت کے شدید حریص تھے، بطور خاص ایسی حالت میں کہ دسیوں بار ان کو قبر نبی پر دیکھا گیا (لیکن ایک بار بھی دعا کرتے ہوئے نہیں پایا گیا)۔

مذکورہ اثر کے اندر یہ وضاحت آئی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب قبر نبوی ﷺ کی زیارت کرتے تو آپ کے لیے دعا کرتے، لیکن اپنے لیے وہاں پر دعا نہیں کرتے، اگر قبروں کے پاس دعا کرنے کی کوئی اہمیت و فضیلت ہوتی تو وہ اپنے لیے بھی ضرور دعا کرتے، لیکن انہوں نے شریعت کی پیروی کرتے ہوئے صرف قبر میں مدفون شخص کے لیے دعا کرنے پر اکتفا کیا۔

قبروں کے پاس دعا کا اہتمام کرنا باطل ہے، اس کی تیسری دلیل: بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ وہ قبروں کے پاس دعا کا اہتمام کرنے سے منع کرتے تھے، جیسا کہ علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قبر نبوی ﷺ کے پاس موجود ایک تنگ گلی کے پاس آتا اور اس کے اندر جا کر دعا کرتا، تو آپ نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد سے سنا، جسے انہوں نے میرے دادا کے واسطے سے رسول ﷺ سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: "میری قبر کو میلانہ بناؤ (کہ لوگ وہاں اکٹھا ہوں)، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ،

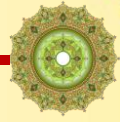


میرے اوپر (درود و) سلام بھیجا کرو، کیوں کہ تم جہاں بھی رہو گے تمہارا سلام مجھے پہنچایا جائے گا" (1)۔

اسماعیل القاضی کی روایت میں ہے کہ: تم جہاں بھی رہو میرے اوپر درود و سلام بھیجا کرو، کیوں کہ تمہارا درود و سلام مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ۔ اس اثر کے بارے میں۔ لکھتے ہیں کہ: یہ علی بن الحسین، زین العابدین ہیں، جو کہ علم اور دین داری کے اعتبار سے جلیل القدر تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں، زہری نے ان کے بارے میں یہاں تک کہا ہے کہ: (میں نے ان جیسا کوئی اور ہاشمی نہیں دیکھا)، وہ اپنی سند سے اس حدیث کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں: (میرے گھر کو میلانہ بناؤ (کہ لوگ وہاں اکٹھا ہوں)، میرے اوپر سلام بھیجا کرو، کیوں کہ تم جہاں بھی رہو گے مجھے تمہارا سلام پہنچایا جائے گا)، یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ آپ کے گھر کے پاس جا کر آپ کو سلام پیش کرنے کی کوئی خاصیت نہیں ہے، اسی طرح آپ کے گھر کے پاس جا کر آپ پر درود بھیجنے کی

(1) اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے "المسند": ۱/۳۶۱، (۴۶۹) میں، ابن ابی شیبہ نے "المصنف" (۷۵۴۱:۷) میں، اور اسماعیل القاضی نے "فضل الصلاة علی النبی" (۲۰) میں روایت کیا ہے، البانی نے اس کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: حدیث طرق اور شواہد کی بنیاد پر صحیح ہے اور میں نے "تخذیر الساجد" میں اس کی تخریج کی ہے۔



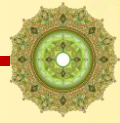
بھی کوئی خاصیت نہیں⁽¹⁾، بلکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ درود و سلام صرف آپ کے گھر کے پاس آکر ہی پیش کئے جائیں⁽²⁾۔

اس اثر سے یہ فائدہ مستنبط ہوتا ہے کہ علی بن الحسین - جو کہ آل بیت نبوی ﷺ کے ان افراد میں سے ہیں جنہیں علم و عمل میں عظیم رتبہ حاصل تھا اور جو اپنے نانا حضور ﷺ کے حقوق سے عام لوگوں کی نسبت زیادہ باخبر تھے - نے اس شخص کی نکیر کی جو قبر نبوی ﷺ کے پاس آکر دعا کرتا تھا، اس نکیر پر کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے تابعین کا اس بات پر اجماع تھا کہ قبروں کے پاس دعا کرنا حرام ہے۔

چوتھی دلیل: قبروں کے پاس دعا کا اہتمام کرنا باطل عمل ہے، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جو چیز اس عمل پر آمادہ کرتی ہے وہ ان قبروں میں مدفون مردوں کی تعظیم ہے، جب کہ واجب یہ ہے کہ بندہ مسلم کو دعا اور تمام عبادات پر جو چیز آمادہ کرے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعظیم ہو، نہ کہ قبروں میں مدفون مردوں اور ان جیسے دیگر مخلوق کی تعظیم۔

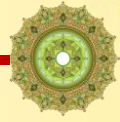
(1) آپ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے: "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور میری قبر کو میلانہ بناؤ...."۔

(2) الرد علی الاختائی: ۲۶۵



پانچویں دلیل: بزرگوں کی قبروں کے پاس اللہ کو پکارنا اس بات کا بڑا ذریعہ ہے کہ انسان اور بطور خاص وہ شخص جو بے کسی اور لاچاری کی حالت میں ہو (وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر) خود صاحب قبر (مردہ) کو پکارنے لگے، جو عمل کسی حرام عمل کا ذریعہ ہو، وہ بھی حرام ہے، جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الأمر بالاتباع والنہی عن الابتداع" میں رقم طراز ہیں:

قبروں کے پاس اثر انگیز حکایتیں بیان کی جاتی ہیں، مثلاً یہ کہ ایک شخص نے وہاں پر دعا کی اور اس کی دعا قبول ہو گئی، یا اس نے فلاں قبر کے لیے نذرمانی اور اس کی ضرورت پوری ہو گئی، یا اس قبیل کی دیگر حکایتیں، اسی طرح کی حکایتوں کے ذریعہ بتوں کی پوجا شروع ہوئی، اور انہی شبہات کے ذریعہ روئے زمین پر شرک کا آغاز ہوا⁽¹⁾۔



قبروں پر دعا کرنے سے متعلق امام مالک اور دیگر علما کے اقوال

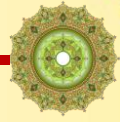
اس مسئلہ میں اہل علم کے جو اقوال منقول ہیں، ان میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے جس میں انہوں نے قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعا کرنے کو بدعت قرار دیا ہے، اس لیے دیگر قبروں کے پاس دعا کرنا تو بدرجہ اولیٰ بدعت ہوگا، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل مدینہ میں سے جو شخص مسجد (نبوی) میں آنا جانا کرے اس کے لیے قبر نبوی کی زیارت کرنا لازمی نہیں، بلکہ یہ اجنبیوں-دور دراز سے آئے ہوئے حضرات- کے لیے ہے۔

آپ مزید کہتے ہیں: جو شخص سفر سے آئے یا سفر پر جا رہا ہو تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آکر درود پڑھ سکتا ہے اور آپ کے لیے اور ابو بکر و عمر کے لیے دعا کر سکتا ہے۔

آپ سے کہا گیا کہ: اہل مدینہ سفر سے نہ آئیں اور نہ سفر پر جائیں، پھر بھی وہ دن میں ایک یا ایک سے زائد مرتبہ ایسا کرتے ہیں، بسا اوقات جمعہ کے دن یا کئی دنوں کے فاصلے سے ایک دو یا اس سے زائد مرتبہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر سلام پیش کرتے اور لمبی دعائیں کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ہمارے شہر کے کسی فقیہ کے بارے میں مجھے ایسا علم نہیں ہے، اس سے باز رہنا ہی زیادہ بہتر ہے، اس امت کے آخری طبقہ کی اصلاح و بہتری اسی میں ہے جس میں اس کے پہلے طبقہ کی اصلاح و بہتری تھی، مجھے اس امت کے صدر اول کے تعلق سے ایسی کوئی روایت



نہیں ملی کہ وہ ایسا کیا کرتے تھے، ایسا کرنا مکروہ ہے سوائے اس شخص کے لیے جو سفر سے آئے یا عازم سفر ہو۔

ابن القاسم⁽¹⁾ کہتے ہیں: میں نے اہل مدینہ کو دیکھا کہ جب وہ مدینہ سے باہر نکلتے یا مدینہ میں داخل ہوتے تو قبر نبوی پر آکر سلام پیش کرتے، انہوں نے فرمایا کہ: یہ ایک رائے ہے۔

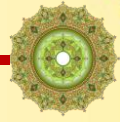
باجی⁽²⁾ کہتے ہیں: اہل مدینہ اور اجنبیوں کے درمیان اس مسئلہ میں فرق ہے، کیوں کہ اجنبی اس کا قصد کر کے آتے ہیں، جب کہ اہل مدینہ یہاں مقیم ہیں، وہ مسجد نبوی میں زیارتِ قبر اور سلام کرنے کی غرض سے نہیں آتے⁽³⁾۔

(1) آپ عبد الرحمن بن القاسم ہیں، ملک مصر کے عالم و مفتی اور امام مالک کے شاگرد تھے، انہوں نے امام مالک اور دیگر مشائخ سے اخذ و استفادہ کیا، اور ان سے بھی ایک جماعت نے تحصیل علم کیا، آپ کی وفات سنہ ۱۹۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی سوانح کے لیے رجوع کیجئے: سیر أعلام النبلاء للذہبی: ۱۲۰/۹۔

تنبیہ: مطبوع کتاب میں ابن القاسم کے قول میں "رأی" کا لفظ آیا ہے، جب کہ "مجموع الفتاویٰ": ۱۱۸/۲۸ میں یہی قول لفظ "دآبی" (یعنی: یہی میرا عمل ہے) کے ساتھ منقول ہے۔

(2) آپ محمد بن عبد اللہ خولانی باجی ہیں، آپ ابن القون کے نام سے مشہور ہیں، آپ اشبیلیہ میں سکونت پزیر ہو گئے تھے، مالکی مذہب سے خوب واقف تھے، آپ ایک ثقہ، متقی اور خیر پسند شخص تھے، آپ کی وفات سنہ ۳۰۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی سوانح کے لیے رجوع کریں: تاریخ الإسلام للذہبی: ۱۳۸-۱۳۹۔

(3) ان اقوال کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک سے اپنی کتاب "الشفانی تعریف حقوق المصطفیٰ": ۹۸/۲-۹۹ میں (باب فی حکم زیارة قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم)، وفضلیۃ من زارہ وسلم علیہ، وکیف یسلم ویدعو) کے تحت نقل کیا ہے، اور ان کی



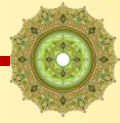
ابن تیمیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ مالک ہیں جو کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ یعنی مدینہ کے اندر تبع تابعین کے زمانہ میں۔ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں مدینہ کے باشندوں کو اس کا سب سے زیادہ علم تھا کہ قبر نبوی ﷺ پر کونسے اعمال مشروع ہیں۔ وہ سلام پیش کرنے کے بعد قبر کے پاس ٹھہر کر دعا کرنے کو مکروہ جانتے تھے، امام مالک نے بیان فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ آپ ﷺ اور ابو بکر و عمر کے لیے دعا کی جائے، درود و سلام کا یہی طریقہ مشروع ہے، نیز یہ کہ یہ عمل اہل مدینہ کے لیے ہمہ وقت مستحب نہیں ہے، بلکہ سفر سے واپسی یا سفر پر نکلنے وقت، کیوں کہ یہ سلام ہے، اور جس شخص کو سلام کرنا مقصود ہو اس کے گھر پر جا کر ہر وقت سلام نہیں کیا جاتا، برخلاف ان کے جو سفر سے واپس ہو رہے ہوں⁽¹⁾۔

میرا کہنا ہے کہ: مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر غور کریں: (آپ ﷺ اور ابو بکر و عمر کے لیے دعا کرے)، آپ نے یہ نہیں کہا کہ: اپنے لیے دعا کرے، کیوں کہ شریعت اسلامیہ کا یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے کہ قبر کی زیارت کا مقصد یہ ہے کہ میت کے لیے دعا کی جائے نہ کہ زائر اپنے لیے دعا کرے، تاہم زائر اس دعا میں ضمنی طور پر شامل ہوتا ہے جو قبرستان میں داخل ہوتے

نسبت سرخسی کی کتاب "المبسوط" کی طرف کی ہے، نیز ان اقوال کو ابن تیمیہ نے بھی نقل کیا ہے، دیکھیں: مجموع

الفتاویٰ: ۲۷/۱۱۸

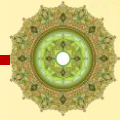
⁽¹⁾ مجموع الفتاویٰ: ۲۷/۱۱۸



وقت پڑھی جاتی ہے: "ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستأخرین" (اللہ ہم میں سے اگلے اور پچھلے (دونوں) پر رحم فرمائے)، بھلا ایسے شخص کو کیسے سمجھایا جائے جس نے قبروں پر کی جانے والی دعا کا اصل مقصد ہی یہ بنا لیا کہ وہ زائر کے لیے ہو، اور میت کو میکسر فراموش کر دیا؟

قبر نبوی ﷺ کی زیارت سے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آپ کے سامنے ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر اور وزنی ہے کیوں کہ ان کا زمانہ عہد نبوی سے قریب تھا اور وہ مدینہ کے اندر ہی سکونت پذیر تھے (1)۔

(1) اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کا قول ملاحظہ کریں: مجموع الفتاویٰ: ۲۷/۱۲۹-۱۳۰، اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/۷۲۷، اس مسئلہ میں مؤلف کی بات یہاں سے شروع ہوتی ہے: (الوجہ الثالث: فی کراہتہ قصدہا للددعاء)، نیز اس تعلق سے ابن القیم کا قول بھی ملاحظہ کریں: اغنیۃ اللہقان: ۱۳۶۳ اور اس کے بعد۔



خلاصہ:

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قبروں پر دعا کرنے کی نہ تو یہ خصوصیت ہے کہ وہ دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی فضیلت ثابت ہے، بلکہ قبروں کا وہی حکم ہے جو دیگر ان مقامات کا ہے جن کے پاس دعا کرنے کی کوئی فضیلت نہیں ہے، جیسے نہروں کے تٹ پر، راستوں کے کنارے، اور اس طرح کے دیگر بے شمار مقامات، جن کو اللہ نے کوئی فضیلت نہیں بخشی۔

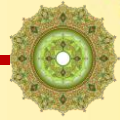
جب حقیقت یہ ہے تو (اس میں کوئی کلام نہیں رہ جاتا کہ) قبروں کے پاس اللہ سے دعا کرنے کا اہتمام کرنا بدعت ہے، اور اس دعا کی فضیلت کا دعویٰ کرنا دراصل اللہ کے ذمے ایسی بات لگانا ہے جس سے انسان واقف نہیں، جب کہ ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ

تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا نَعْلَمُونَ ﴾ [سورة

الأعراف: 33].

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ



تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں۔

قبرستان کی زیارت کرنے والے کے لیے مشروع عمل یہ ہے کہ وہ اہل قبرستان پر سلام پیش کرے اور نبی ﷺ سے وارد یہ دعا کرے:

السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون" (1)۔

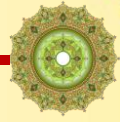
ترجمہ: سلامتی ہو ان گھروں کے مومنوں اور مسلمانوں پر، اللہ تعالیٰ ہم میں سے اگلے اور پچھلے (دونوں) پر رحم فرمائے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے ہی والے ہیں۔

بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ اضافہ آیا ہے کہ: "أسأل الله لنا ولكم العافية" (2)۔

ترجمہ: میں اللہ سے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے عافیت کی دعا کرتا ہوں۔

(1) مسلم: ۹۷۴ بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا

(2) مسلم: ۹۷۵

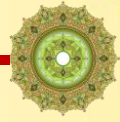


باب: قبولیت دعا کے شرعی اسباب

کتاب کے شروع میں ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ پاک و برتر نے اپنے بندوں کے لیے دعا کی قبولیت کے چند اسباب مشروع فرمائے ہیں، جو شخص ان اسباب کی تلاش و جستجو اور ان کا اہتمام کرے گا اس کی دعا قبولیت سے سرفراز ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ذیل میں یہ اسباب اور ان کے متعلقات ذکر کئے جا رہے ہیں، تاکہ قاری حق اور باطل سے پوری طرح آگاہ ہو سکے، کیوں کہ جب ہم بدعی (ایجاد کردہ) اسباب سے واقف ہوں گے تو ان سے اجتناب کریں گے اور جب شرعی اسباب سے واقف ہوں گے تو ان پر عمل پیرا ہوں گے، اس طرح باذن الہی ہمارا عمل بصیرت و آگہی پر مبنی ہوگا۔

دعا کی قبولیت کے اسباب چھ قسم کے ہیں:

- پہلی قسم: وہ سبب جو دعا گو کی ذات سے متعلق ہے۔
- دوسری قسم: وہ اسباب جو دعا گو کی عبادت سے متعلق ہیں، ان کی تعداد نو ہے۔
- تیسری قسم: وہ اسباب جو دعا گو کی حالت سے متعلق ہیں، ان کی تعداد پانچ ہے۔
- چوتھی قسم: وہ اسباب جو دعا کے وقت سے متعلق ہیں، ان کی تعداد پانچ ہے۔
- پانچویں قسم: وہ اسباب جن کا تعلق زمان و مکان سے ہے، ان کی تعداد دو ہے۔
- چھٹی قسم: وہ اسباب جن کا تعلق دعا کے آداب سے ہے، یہ بنیادی طور پر تیرہ ہیں۔



پہلی قسم: وہ سب جو دعا گو کی ذات سے متعلق ہے

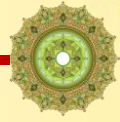
وہ صرف ایک سبب ہے، وہ یہ کہ دعا گو ان اوامر پر کار بند ہو جن کا اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اور ان منہیات سے گریز کرتا ہو جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ﴾ [سورة الشورى: 26].

ترجمہ: ایمان والوں اور نیکو کار لوگوں کی سنتا ہے اور انہیں اپنے فضل سے اور بڑھا کر دیتا ہے۔

یعنی: ان کی دعا قبول کرتا ہے، اس آیت میں اللہ نے دعا کی قبولیت کو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا ہے۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [سورة البقرة: 186].

ترجمہ: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں، اس

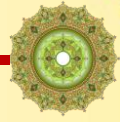


لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

اللہ جن کی دعا قبول فرماتا ہے، انہیں "عباد" یعنی بندوں سے موصوف کیا ہے، اور یہ معلوم سی بات ہے کہ بندوں کو اس سے موصوف کرنے کی وجہ یہی ہے کہ وہ اطاعتیں بجالاتے اور برائیوں سے باز رہتے ہیں۔

ایک قابل ستائش اطاعت یہ بھی ہے کہ والدین کی فرمانبرداری کی جائے، تابعین کے زمانے میں ایک نیک بزرگ تھے جو اپنی والدہ کی فرمانبرداری کرتے تھے، ان کا نام اولیس قرنی ہے، نبی ﷺ نے لوگوں کو ان سے دعا طلب کرنے کی رہنمائی فرمائی تھی، چنانچہ اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: سب سے افضل تابعی اولیس نامی شخص ہوگا، اس کی ایک والدہ ہوگی، اس کو (برص - بیماری - کی) سفیدی (ہوگی) تھی (تو اس نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے دور کر دی)، تم اس سے کہنا کہ تمہارے لیے دعا کرے۔

چنانچہ عمر بن خطاب کے پاس جب اہل یمن کی کمک (وہ فوج جو لڑائی میں مدد کے لیے بھیجی جائے) پہنچتی تو وہ ان سے پوچھتے کہ: کیا تم میں کوئی اولیس بن عامر ہے؟ یہاں تک کہ اولیس



سے ان کی ملاقات ہوگئی اور انہوں نے ان سے کہا: آپ میرے لیے دعا کر دیں، چنانچہ انہوں نے دعا کر دی (1)۔

نبی ﷺ نے اولیوں کو اپنی ماں کا نہایت فرمانبردار بیٹا بتایا، اور اس خوبی کو ان کے مستجاب الدعوات ہونے سے مربوط فرمایا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگوں کی دعائیں رد نہیں ہوتیں: کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا، مظلوم اور منصف امام (2)۔

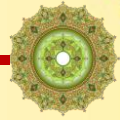
نبی ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ بکثرت ذکر الہی میں مشغول رہنے والے شخص کی دعا قریب از قبول ہوتی ہے کیوں کہ وہ حکم الہی کا پابند ہوتا ہے، اسی طرح عدل کرنے والے امام کی دعا بھی، کیوں کہ وہ اپنی رعایا کے تئیں اللہ کی اطاعت بجالاتا ہے، جو کہ ایک نیک کام ہے، کوئی معمولی کام نہیں۔

چونکہ نیک و پارسا شخص کی دعا قریب از قبولیت ہوتی ہے، اس لیے صحابہ کو جب بھی کوئی مصیبت لاحق ہوتی تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے، تاکہ آپ ان کے لیے دعا

(1) اس حدیث کو مسلم: ۲۵۳۲ اور احمد: ۱/۳۸-۳۹ نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بیہقی نے "شعب الایمان": (۵۸۸، ۷۳۵۸) میں روایت کیا ہے اور البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے،

دیکھیں: "الصحیحہ": ۱۲۱۱



فرمادیں، کیوں کہ یہ معلوم سی بات ہے کہ آپ ﷺ تمام صالحین سے بڑھ کر نیک و صالح تھے، چنانچہ خباب بن ارت روایت کرتے ہیں کہ: "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا حال زار بیان کیا۔ نبی کریم ﷺ اس وقت اپنی چادر کا تکیہ لگائے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ اللہ سے ہمارے لیے دعائیں نہیں کریں گے؟" (1)۔

خلاصہ یہ کہ دعا گو کے اندر جس قدر صالحیت اور اللہ کی قربت ہوگی، اس کی دعا بھی اسی قدر قبولیت سے قریب تر ہوگی۔

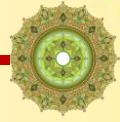
دوسری قسم: وہ اسباب جو دعا گو کی عبادت سے متعلق ہیں، ان کی تعداد نو ہے:

۱- نماز میں سلام پھیرنے سے قبل دعا کرنا، ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری پہر اور نماز کے آخری حصہ میں کی جانے والی دعا (2)۔

یعنی: سلام پھیرنے سے قبل، کیوں کہ آخری حصہ کا مطلب ہے نماز کے اندر، اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، کہتے ہیں کہ: میں نماز پڑھ رہا تھا، اور نبی اکرم ﷺ موجود

(1) صحیح بخاری: ۳۶۱۲

(2) ترمذی (۳۴۹۹)، نسائی (۹۸۵۶) نے روایت کیا ہے اور البانی نے حسن کہا ہے۔



تھے، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما (بھی) آپ کے ساتھ تھے، جب میں (قعدہ اخیرہ میں) بیٹھا تو پہلے میں نے اللہ کی تعریف کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا، پھر اپنے لیے دعا کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مانگو، تمہیں دیا جائے گا، مانگو تمہیں دیا جائے گا“⁽¹⁾۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: (ہمارے شیخ⁽²⁾ کے نزدیک راجح تھا کہ اس دعا کا مقام سلام پھیرنے سے قبل ہے، میں نے اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا: ہر چیز کا آخری حصہ اس کا ایک جزو ہوتا ہے، جیسے جانور کا آخری حصہ)⁽³⁾۔

۲- سجدہ کی حالت میں دعا کرنا، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: سجدہ میں دعا کی خوب کوشش کرو کیوں کہ اس میں تمہاری دعا قبول کئے جانے کے لائق ہے⁽⁴⁾۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا (سجدے میں) تم لوگ بکثرت دعا کیا کرو⁽⁵⁾۔

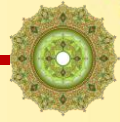
(1) ترمذی (۵۹۳) نے اسے روایت کیا ہے اور البانی نے حسن صحیح کہا ہے۔

(2) یعنی ابن تیمیہ

(3) زاد المعاد: ۱/۳۰۵

(4) مسلم: (۴۷۹) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند (۱/۱۵۵) میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، مسند احمد کے محققین نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔

(5) مسلم: ۴۸۲



۳- روزہ دار کی دعا، اس کی دلیل نبی ﷺ کی حدیث ہے: تین دعائیں ہیں جو رد نہیں ہوتیں: والد کی دعا، روزہ دار کی دعا اور مسافر کی دعا^(۱)۔

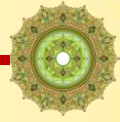
فائدہ: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حالت روزہ میں روزہ دار کا دعا کرنا قبولیت کے اسباب میں سے ہے، جب کہ لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ افطار کے وقت روزہ دار کا دعا کرنا بھی قبولیت کے اسباب میں سے ہے، لیکن اس سلسلے میں جو معتمد علیہ حدیث ہے وہ ضعیف ہے، قابل اعتماد نہیں، وہ عبد اللہ بن عمرو کی حدیث ہے، کہتے ہیں کہ: نبی ﷺ نے فرمایا: (افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے)، اسی بنا پر عبد اللہ بن عمر جب افطار کے لیے بیٹھتے تو آل و اولاد کو جمع کر کے دعا کا اہتمام کرتے^(۲)۔

۴- حاجی اور معتمر کی دعا، کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (حج اور عمرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بلایا تو انہوں نے حاضری دی، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا تو اس نے انہیں عطا کیا)^(۳)۔

(۱) اسے بیہقی (۳/۳۴۵) نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحۃ" ۱: ۷۹۷ میں اس کی تخریج کی ہے۔

(۲) اسے ابن ماجہ (۱۷۵۳) اور طیالسی نے اپنے مسند (۶/۲۳۷) میں روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ طیالسی کے ہیں، اس حدیث کے ضعیف ہونے کی وجوہات "الإراواء" ۴/۴۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) اسے ابن ماجہ (۲۸۹۳) نے روایت کیا ہے اور البانی نے حسن کہا ہے، دیکھیں: الصحیحۃ: ۱۸۲۰



۵- ملتزم کے پاس دعا کرنا، اس سے مراد کعبہ کا وہ حصہ ہے جو حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ہے، اسے ملتزم سے اس لیے موسوم کیا گیا کیوں کہ لوگ اس سے چمٹ کر دعا کیا کرتے ہیں، اس کے پاس دعا کرنے کی فضیلت نبی ﷺ کی اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ (طواف کے دوران) حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان اپنا سینہ، اپنا چہرہ، اپنا دونوں ہاتھ اور اپنی دونوں ہتھیلیاں رکھا کرتے تھے^(۱)۔ نیز یہ بھی وارد ہے کہ فتح مکہ کے موقع سے آپ اور آپ کے صحابہ نے (بیت اللہ کے دروازے سے لے کر حطیم تک کعبہ سے چمٹ کر) اپنے رخسار بیت اللہ سے لگا دیے اور رسول اللہ ﷺ ان سب کے بیچ میں تھے^(۲)۔

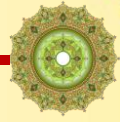
مجاہد کہتے ہیں کہ: میں ابن عباس کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان محو دعا ہیں^(۳)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

(۱) اسے ابوداؤد (۱۸۹۹)، ابن ماجہ (۲۹۶۲)، بیہقی (۹۳/۵) نے عمرو بن شعیب عن ابيہ عن جدہ کی سند سے روایت کیا ہے، ابن ماجہ کی روایت میں لفظ (رخسار) کا اضافہ ہے، اسے البانی نے اس کے بعد والی حدیث اور اثر کی روشنی میں حسن قرار دیا ہے، دیکھیں: الصحیحہ: ۲۱۳۸

(۲) اسے ابوداؤد (۱۸۹۸)، احمد (۴۳۱/۳) اور بیہقی (۹۲/۵) نے روایت کیا ہے۔

(۳) اس حدیث کو عبد الرزاق (۹۰۴۷) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔



"اگر (حاجی و معتمر) یہ چاہے کہ ملتزم - جو کہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ہے - سے چمٹ کر اپنا سینہ، اپنا چہرہ، اپنے ہاتھ اور ہتھیلیاں اس پر رکھے، تو وہ ایسا کر سکتا ہے، وہ چاہے تو طواف و دُاع سے قبل بھی ایسا کر سکتا ہے، کیوں کہ یہ عمل حالتِ دُاع کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ صحابہ کرام مکہ میں داخل ہوتے وقت بھی ایسا کیا کرتے تھے... اگر (حاجی و معتمر) صرف باب کعبہ کے پاس کھڑا ہو کر دعا کرے اور بیت اللہ سے نہ چمٹے تو یہ بھی درست ہے... (1)۔"

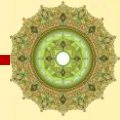
۶- آب زمزم نوش کرتے وقت دعا کرنا، حضرت جابر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی اس مقصد اور فائدے کے لیے ہے جس کے لیے وہ پیا جائے (2)۔

۷- جن اعمال صالحہ کو اللہ نے قبولیت دعا کا سبب قرار دیا ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات مقدسہ کے ذریعہ اس کا وسیلہ اختیار کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ [سورة الأعراف: 180]۔

ترجمہ: اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں، سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔

(1) مجموع الفتاویٰ ۲۶/۱۲۲

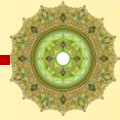
(2) اس حدیث کو احمد (۳/۳۵۷) اور ابن ماجہ (۳۰۶۲) نے روایت کیا ہے، اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔



اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ اس انداز میں دعا کرے: اے رحمن! مجھ پر رحم فرما، اے رزاق!
مجھے رزق عطا کر، اے غفار! مجھے بخش دے۔ وغیرہ

۸- جن اعمال صالحہ کو اللہ نے قبولیت دعا کا سبب قرار دیا ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ ایسے نیک و صالح شخص کی دعا کا وسیلہ اختیار کیا جائے جو باحیات، موجود اور دعا پر قادر ہو، وہ اس طرح کہ بندہ مسلم کسی نیک و صالح انسان کے پاس جائے اور یہ گزارش کرے کہ اللہ عزوجل سے اس کے حق میں فلاں چیز کی دعا کر دے، مثلاً یہ کہ اللہ اس کی حالیہ مصیبت کو دور فرمادے، یا اسے توفیق اور کامیابی سے نوازے۔ یہ طریقہ اختیار کرنا بھی قبولیت دعا کے اسباب میں سے ہے، اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی، یا انہیں قحط سالی کا سامنا ہوتا تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے دعا کی درخواست کرتے، یہ عمل بعض اسلاف سے بھی وارد ہے۔

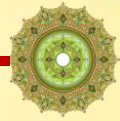
۹- جن اعمال صالحہ کو اللہ نے قبولیت دعا کا سبب قرار دیا ہے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ دعا گو اپنے کسی نیک عمل کا وسیلہ اختیار کرے، مثلاً یہ کہے کہ: اے اللہ! تجھ پر ایمان لانے، تیرے رسول کی اتباع اور والدین کی فرماں برداری کرنے کے طفیل میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، میری مصیبت کو دور کر دے، مجھے اولاد سے نواز۔ وغیرہ۔



اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانے کی دلیل اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے، وہ یہ کہ مومنوں نے اپنے ایمان کے وسیلہ سے یہ دعا کی کہ اللہ انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے، جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ﴾ [سورة آل عمران: 193].

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے۔ یا الہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہماری موت نیکیوں کے ساتھ کر۔

اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ تین نوجوان (جنہوں نے ایک غار میں پناہ لی) اور اس کا دروازہ بند ہو گیا، انہوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے ہی دعا کی، چنانچہ ایک نے والدین کی فرماں برداری کو وسیلہ بنایا، تو دوسرے نے زنا سے پاک دامن رہنے کا وسیلہ اختیار کیا اور تیسرے نے معاملات میں اپنی امانت داری کو وسیلہ بنایا، ان کی دعا قبول ہوئی اور چٹان (غار کے منہ سے) سرک گئی اور وہ باہر نکل آئے، یہ قصہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔



تیسری قسم: وہ اسباب جو دعا گو کی حالت سے متعلق ہیں، ان کی تعداد پانچ ہے

۱- مظلوم کی دعا، کیوں کہ نبی ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے انہیں وصیت فرمائی: مظلوم کی آہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے^(۱)۔

۲- باپ کا اپنی اولاد کے حق میں دعا یا بد دعا کرنا، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: تین دعائیں رد نہیں ہوتیں: باپ کی دعا، روزہ دار کی دعا، اور مسافر کی دعا^(۲)۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: باپ کی دعا، مسافر کی دعا، مظلوم کی دعا۔

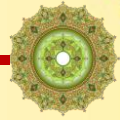
ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور اولاد پر باپ کی بد دعا^(۳)۔

۳- مسافر کی دعا، مذکورہ احادیث اس کی دلیل ہیں۔

(۱) اسے بخاری (۱۳۹۶) اور مسلم (۱۹) نے روایت کیا ہے۔

(۲) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۳) اسے ابو داؤد (۱۵۳۶)، ترمذی (۱۹۰۵) نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے حسن کہا ہے۔



۴- اپنے مسلمان بھائی کے لیے غائبانے میں کی جانے والی دعا، اس کی دلیل ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ بندہ مسلم جو اپنے بھائی کے لیے غائبانے میں دعا کرتا ہے، فرشتے اس کی دعا پر کہتے ہیں: تیرے لیے بھی اسی جیسا ہو^(۱)۔

احمد کی روایت میں ہے کہ: آمین، تیرے لیے بھی اسی جیسا ہو^(۲)۔

۵- مرغ کی بانگ سنتے وقت کی جانے والی دعا، کیوں کہ حدیث ہے: جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیوں کہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیوں کہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے^(۳)۔

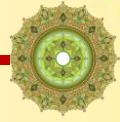
تنبیہ: بارش کے وقت دعا کرنے کی فضیلت، ابو داؤد- الفاظ حدیث اسی کے روایت کردہ ہیں،- بیہقی اور ابن ابی عاصم نے موسیٰ بن یعقوب زمعی سے، اس نے ابو حازم سے، اس نے سہل بن سعد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو (وقت کی) دعائیں رد نہیں کی جاتیں، یا کم ہی رد کی جاتی ہیں: ایک اذان کے بعد کی دعا، دوسرے لڑائی کے وقت کی، جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے بھڑ جائیں۔“ موسیٰ کہتے ہیں: مجھ سے زریق بن سعید بن

(۱) اسے مسلم (۲۷۳۲) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم ہی کے ہیں، مکمل قصہ کے لیے دیکھیں:

المسند: ۶/۲۵۲

(۲) اسے احمد نے "مسند" (۴۵۲/۶) میں روایت کیا ہے۔

(۳) اسے بخاری (۳۳۰۳)، مسلم (۲۷۲۹) نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔



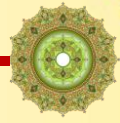
عبدالرحمن نے بیان کیا، وہ ابو حازم سے روایت کرتے ہیں، وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا: ”اور بارش کے وقت کی دعا“^(۱)۔

یہ حدیث منکر ہے، کیوں کہ موسیٰ بن یعقوب زمعی سی الحفظ (حافظہ کے کمزور) ہیں، انہوں نے امام مالک کی مخالفت کرتے ہوئے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے، چنانچہ مرفوع روایت کا حکم یہ ہے کہ وہ ”زیادة منكرة“ (قابل تکیر اضافہ) ہے۔

موسیٰ کے شیخ زریق بن سعید بن عبدالرحمن مدنی مجہول راوی ہیں، انہوں نے مالک کی مخالفت کرتے ہوئے اس حدیث میں (بارش کے وقت) کا اضافہ کیا ہے، امام مالک نے ”موطأ“ میں کتاب الصلاة کے اندر، باب ”ما جاء في النداء للصلاة“ کے تحت اس حدیث کو ابو حازم بن دینار عن سہل بن سعد ساعدی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔ اسے مرفوعاً روایت نہیں کیا اور نہ ہی (بارش کے وقت) کا ذکر کیا۔

^(۱) اسے ابوداؤد (۲۵۴۰)، بیہقی (۴۱۰/۱) اور ابن ابی عاصم نے کتاب الجہاد (۱۸، ۱۹) تحقیق: مسعود الراشد، ناشر:

مکتبۃ العلوم والحکم - مدینہ میں روایت کیا ہے۔



بیہقی اس حدیث کو "السنن الکبریٰ" (1) میں مالک کے طریق سے روایت کرنے کے بعد کہتے ہیں: "اسے زمعی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور امام مالک بن انس نے موقوفاً روایت کیا ہے۔"

اس حدیث کو البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی تصحیح کی بنیاد کیا ہے، دیکھیں: "صحیح ابی داؤد الکبیر" (2)۔

دوسری تنبیہ: بعض اہل علم سے منقول ہے کہ وہ بارش کے وقت دعا کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں، ممکن ہے کہ اس باب میں وارد ضعیف احادیث کو مجموعی طور پر سامنے رکھتے ہوئے وہ ایسا مانتے ہوں، اس بابت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: بارش کے وقت دعا کرنا مستحب ہے (3)۔

ابن قیم کہتے ہیں: میں نے بہت سارے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ نزول بارش اور اقامت صلوٰۃ کے وقت قبولیت کی دعا کرتے ہیں (4)۔ مزید دیکھیں: "الصیححۃ" (5)۔

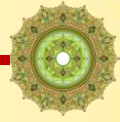
(1) ۴۱۰/۱

(2) ۲۹۵-۲۹۴/۷

(3) دیکھیں: مجموع الفتاویٰ: ۱۲۹/۲

(4) زاد المعاد: ۱/۴۶۲

(5) حدیث نمبر: ۱۴۶۹



چوتھی قسم: وہ اسباب جو دعا کے وقت سے متعلق ہیں، ان کی تعداد پانچ ہے

۱- جمعہ کے دن جو فضیلت کا وقت ہے، اس میں دعا کرنا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے ذکر میں ایک دفعہ فرمایا کہ اس دن ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی چیز اللہ پاک سے مانگے تو اللہ پاک اسے وہ چیز ضرور دیتا ہے۔ ہاتھ کے اشارے سے آپ نے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے (1)۔

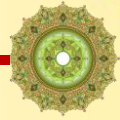
حدیث کا ٹکڑا: (وہ ساعت بہت تھوڑی ہوتی ہے) اس بات کا اشاریہ ہے کہ وہ وقت بہت مختصر ہوتا ہے اور جلد ہی گزر جاتا ہے۔

اس وقت کی تعیین کے سلسلہ میں دو حدیثیں آئی ہیں، پہلی حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ: وہ (ساعت) امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے کے درمیان ہے (2)۔

نوٹ: اس تشبیہ اور اس سے قبل کی تشبیہ میں مذکور فوائد سے مجھے شیخ احمد بن علی رداعی یمنی حفظہ اللہ نے مطلع فرمایا۔

(1) اسے بخاری (۹۳۵) اور مسلم (۸۵۲) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے مسلم (۸۵۳) نے روایت کیا ہے، لیکن ان پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کے اندر اضطراب اور انقطاع پایا جاتا ہے، دیکھیں: دارقطنی کی کتاب التتبع: ۲۷۳، تحقیق ودراسہ: مقبل بن ہادی الوداعی، نیز دیکھیں شیخ ربیع المدخلی کی



دوسری حدیث جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: جمعہ کا دن بارہ ساعت (گھڑی) کا ہے، اس میں ایک ساعت (گھڑی) ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس ساعت کو پا کر اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ اسے ضرور دیتا ہے، لہذا تم اسے عصر کے بعد آخری ساعت (گھڑی) میں تلاش کرو^(۱)۔

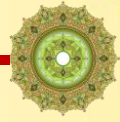
ابن قیم زاد المعاد میں رقم طراز ہیں: اس مسئلہ میں جتنے بھی اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان میں سب سے راجح دو اقوال ہیں جو کہ صحیح احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں، ان دو میں بھی ایک قول زیادہ راجح ہے۔

پہلا قول: وہ (ساعت) امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے کے درمیان ہے، اس کی دلیل ابو موسیٰ کی حدیث ہے۔

دوسرا قول: یہ ساعت عصر کے بعد ہے، یہ راجح ترین قول ہے، عبد اللہ بن سلام، ابو ہریرہ، امام احمد اور ایک جماعت اسی قول کے قائل ہیں، اس کی دلیل ابو سعید اور ابو ہریرہ سے

کتاب: "بین الامینین مسلم والدارقطنی" ۲۱۶، ابن حجر کی کتاب "فتح الباری" میں حدیث ۹۳۵ کی شرح بھی ملاحظہ کریں۔ البانی نے "ضعیف ابی داؤد الکبیر" ۹/۳۹۷-۳۹۸ میں ان کی موافقت کی ہے۔

(۱) اسے ابو داؤد (۱۰۴۸)، نسائی (۱۳۸۸) نے روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ نسائی کے ہیں، اور البانی نے اسے صحیح کہا



مروی حدیث ہے جسے احمد نے مسند⁽¹⁾ میں روایت کیا ہے، اور جابر کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے۔

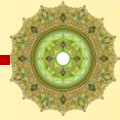
سعید بن منصور نے اپنے "سنن" میں ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ چند صحابہ کرام اکٹھے تھے کہ ان کے درمیان روز جمعہ کی اس گھڑی کا ذکر چھڑ گیا، وہ جب اس مجلس سے اٹھے تو ان سب کا اتفاق ہو چکا تھا کہ یہ گھڑی روز جمعہ کا آخری پہر (عصر کے بعد) ہے⁽²⁾۔

ابن قیم مزید لکھتے ہیں: اکثر اسلاف کا یہی قول ہے، بیشتر احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں، دوسرے نمبر پر یہ قول آتا ہے کہ اس گھڑی سے مراد نماز جمعہ کا وقت ہے، اس کے علاوہ دیگر اقوال کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

میرے نزدیک نماز کا وقت بھی قبولیت کے اوقات میں سے ہے، دونوں ہی اوقات قبولیت کے ہیں، اگر اس مخصوص ساعت سے مراد عصر کے بعد (دن کی) آخری گھڑی لی جائے تو یہ دن کا ایک متعین وقت ہوگا، جس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی، لیکن اگر اس سے مراد نماز کا وقت لیا جائے تو اس میں نماز کے وقت کی طرح تقدیم و تاخیر بھی ہوگی، کیوں کہ جب مسلمان ایک ساتھ اکٹھے ہو کر نماز ادا کرتے، رب سے لو لگاتے، اللہ کے حضور گریہ و زاری

۲۷۲/۲⁽¹⁾

⁽²⁾ اسے البانی نے "صعیف ابی داؤد الکبیر" میں صحیح کہا ہے: ۳۹۸/۹



کرتے ہیں تو قبولیت دعا میں اس کا اثر ہوتا ہے، چنانچہ مسلمانوں کے اجتماع کے وقت قبولیت دعا کی زیادہ امید ہوتی ہے، اس تطبیق کی رو سے تمام احادیث (معنوی اعتبار سے) باہم متفق ہو جاتی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو ان دونوں اوقات میں رب تعالیٰ سے لو لگانے اور اس کے حضور گریہ و زاری کرنے کی رغبت دلائی ہے (1)۔

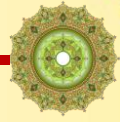
اس تفصیل کی روشنی میں (ہم یہ کہہ سکتے ہیں) کہ ابو ہریرہ کی پہلی حدیث میں وارد (کھڑا نماز پڑھ رہا ہو) سے مراد یہ ہے کہ دعا کر رہا ہو، کیوں کہ لفظِ صلاۃ دعا کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وارد ہوا ہے: ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [سورة التوبة: 103]۔ (آپ ان کے لیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے) اس آیت میں لفظِ صلاۃ دعا کے معنی میں وارد ہوا ہے (2)۔

حدیث (کھڑا ہو کر دعا کر رہا ہو) میں کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یکسوئی کے ساتھ دعا کر رہا ہو، نہ کہ حالتِ دعا میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔

۲- رات کے درمیانی حصہ میں کی جانے والی دعا، اس کی دلیل جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، کہتے ہیں کہ: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس

(1) دیکھیں: زاد المعاد: ۱/۳۸۸-۳۸۹، مع اختصار و تصرف

(2) دیکھیں: تفسیر جبریر میں اس آیت کی شرح



وقت جو مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو عطا کرتا ہے اور یہ (گھڑی) ہر رات میں ہوتی ہے⁽¹⁾۔

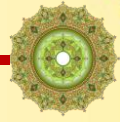
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارا رب ہر رات جس وقت رات کا آخری ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، آسمان دنیا پر اترتا ہے، پھر فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں؟"⁽²⁾۔

مذکورہ دونوں حدیث کے درمیان جمع و تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اس مبارک گھڑی کو پانے کا سب سے پر امید وقت رات کی آخری تہائی ہے۔

۳- رات کو بیدار ہوتے وقت کی جانے والی دعا، یعنی جب رات میں نیند کھلے (تو دعا کرے)، یہ وقت مذکورہ احادیث میں ذکر کردہ وقت کی بنسبت زیادہ عام ہے، کیوں کہ ان احادیث سے مراد رات کا درمیانی حصہ ہے، جب کہ اس حدیث کے اندر پوری رات شامل ہے، اس کی دلیل عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے « لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير. الحمد لله، وسبحان الله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ولا

(1) اسے مسلم (۷۵۷) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۱۱۳۵) اور مسلم (۷۵۸) نے روایت کیا ہے۔



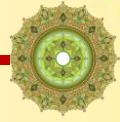
حول ولا قوة إلا بالله» (ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں؛ بادشاہت اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت) پھر یہ پڑھے «اللهم اغفر لي» (ترجمہ: اے اللہ! میری مغفرت فرما)۔ یا (یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو نماز بھی مقبول ہوتی ہے" (1)۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جو شخص اپنے بستر پر پاک و صاف ہو کر سونے کے لیے جائے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے (اسے نیند آجائے) (2) تو رات کے جس کسی لمحے میں بھی بیدار ہو کر وہ دنیا و آخرت کی جو کوئی بھی بھلائی، اللہ سے مانگے گا اللہ اسے وہ چیز ضروری عطا کرے گا" (3)۔

(1) اسے بخاری (۱۱۵۴) نے روایت کیا ہے۔

(2) مابین القوسین کو البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے، دیکھیں: "الکلم الطیب" ۴۳، ناشر: مکتبۃ المعارف - ریاض

(3) اسے ابو داؤد (۵۰۴۲)، ترمذی (۳۵۲۶) اور نسائی نے "الکبریٰ" میں روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔



۴- ماہ رمضان کی دعا، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: (رمضان کے) ہر دن اور رات میں اللہ کچھ بندوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے، ان میں سے ہر ایک کی دعا قبول کی جاتی ہے^(۱)۔

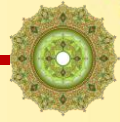
۵- اذان اور اقامت کے درمیان کی جانے والی دعا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی^(۲)۔

عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کے اثر میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! مؤذنون کو ہم پر فضیلت حاصل ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتے ہیں (یعنی اذان کا جواب دو)، پھر جب تم اذان ختم کر لو تو (اللہ تعالیٰ سے) مانگو، تمہیں دیا جائے گا"^(۳)۔

^(۱) اسے احمد (۲/۲۵۴) نے روایت کیا ہے اور "مسند" کے محققین نے کہا کہ: اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے: ۱۲/۴۲۰، بزار نے بھی اپنی سند سے اسے روایت کیا ہے، دیکھیں: "کشف الاستار" (۹۶۲) اور البانی نے "صحیح الترغیب" (۱۰۰۲) میں اسے صحیح لکھ دیا ہے۔

^(۲) اسے ابوداؤد (۵۲۱) نے روایت کیا ہے اور الفاظ ان کے ہی روایت کردہ ہیں، ترمذی (۲۱۲)، اور احمد (۳/۱۵۵) نے بھی اسے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

^(۳) اسے ابوداؤد (۵۲۴) نے روایت کیا ہے اور البانی نے حسن صحیح کہا ہے۔



پانچویں قسم: وہ اسباب جو زمان و مکان سے متعلق ہیں، وہ دو ہیں

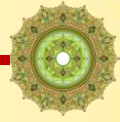
۱- حاجی کے لیے یوم عرفہ کی دعا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: سب سے بہتر دعا عرفہ والے دن کی دعا ہے (1)۔

۲- حاجی کے لیے روز عید کی صبح کو مشعر حرام کی دعا، جو کہ منیٰ کی جہت سے مزدلفہ کے کنارے پر واقع ہے، اس کی دلیل جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جس میں انہوں نے نبی ﷺ کے حج کی تفصیل ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ: نبی ﷺ نے مزدلفہ میں رات گزاری، اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد قصواء اوٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ مشعر حرام میں آئے اور وہاں قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ اکبر کہا اور لا الہ الا اللہ کہا اور اس کی توحید پکاری اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی (2)۔

معلوم ہوا کہ اس وقت اس خاص جگہ پر نبی ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے دعا کا اہتمام کرنا مسنون اور قبولیت کے قریب تر ہے ان شاء اللہ۔

(1) اسے ترمذی (۳۵۸۵) نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

(2) اسے مسلم نے روایت کیا ہے: (۱۲۱۸)



چھٹی قسم: وہ اسباب جو دعا کے آداب سے متعلق ہیں، یہ بنیادی طور پر تیرہ ہیں

۱- دعا کرتے ہوئے اللہ سے حسن ظن اور قبولیتِ دعا کا یقین رکھنا، کیوں کہ حدیث ہے: تم اللہ سے دعا مانگو اور اس یقین کے ساتھ مانگو کہ تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی (1)۔

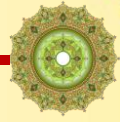
یعنی یہ یقین رکھنا کہ اللہ آپ کو مایوس نہیں کرے گا، یہ اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب کہ دعا گو صدق دل سے اخلاص کے ساتھ دعا کرے، کیوں کہ جب تک اس کی امید قوی نہیں ہوگی تب تک دعا میں اخلاص و للہیت اور خشوع و انابت نہیں آسکتی، اس لیے کہ دل بادشاہ ہے اور اعضا و جوارح اس کے غلام۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں (2)۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں (3)۔

(1) اسے ترمذی (۳۴۷۹) اور حاکم (۴۹۳/۱) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحۃ" ۵۹۴ میں اسے حسن کہا ہے۔

(2) بخاری: (۷۴۰۵) اور مسلم (۲۶۷۵) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(3) صحیح مسلم (۲۶۸۵)

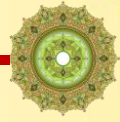


۲- الحاح وزاری، رقت قلب، اخلاص اور انکساری کے ساتھ دعا کرے، کیوں کہ اخلاص اور انکساری قبولیت کے راز ہیں، اس میں اللہ کے اس فرمان کی تعمیل ہے کہ: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [سورة الأعراف: 55].

ترجمہ: اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو بھی کوئی فکر یا کوئی غم لاحق ہوتا ہے اور وہ یہ دعا کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی فکر و غم کو دور کر دیتا اور اس کی جگہ اسے خوشی نصیب کرتا ہے۔: "اللهم إني عبدك، ابن عبدك، ابن أمتك، ناصيتي بيدك، ماض في حكمك، عدل في قضاؤك، أسألك بكل اسم هو لك، سميت به نفسك، أو علمته أحدا من خلقك، أو أنزلته في كتابك، أو استأثرت به في علم الغيب عندك، أن تجعل القرآن ربيع قلبي، ونور صدري، وجلاء حزني، وذهاب همي"

(ترجمہ: اے اللہ میں تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا تیری بندی کا بیٹا تیرا حکم مجھ میں جاری ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ عدل ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس خاص نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے خود کو موسوم کیا ہے یا اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ سکھایا ہے یا علم الغیب میں اسے اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور اور میرے غم کو دور کرنے والا اور میرے فکر کو لے



جانے والا بنا دے)۔ آپ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، جو بھی اس دعا کو سنے، اسے چاہیے کہ اسے سیکھ لے⁽¹⁾۔

پوشیدہ طور پر دعا کرنے کے دس فوائد ہیں جنہیں ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے، دیکھیں: مجموع الفتاویٰ: ۱۵/۱۵-۲۲

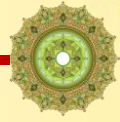
۳- حضور قلب اور یکسوئی کے ساتھ دعا کرنا، کیوں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے: تم اللہ سے دعا مانگو اور اس یقین کے ساتھ مانگو کہ تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی، اور (اچھی طرح) جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پروائی اور بے توجہی سے مانگی ہوئی اور غفلت و لہو و لعب میں مبتلا دل کی دعا قبول نہیں کرتا⁽²⁾۔

(یعنی دعا کرتے وقت دل دماغ حاضر رہنا چاہیے، معافی کو سمجھ کر دعا کریں، اور یاد رکھیں کہ آپ رب عزت و جلال سے مخاطب ہیں، اس لیے یہ زیبا نہیں کہ آپ بندہ ناچیز اپنے آقا کو ایسی بات سے خطاب کریں جسے آپ خود نہیں سمجھ رہے ہوں، یا ایسے جملے دہراتے رہیں جن کے معنی و مطلب کو سمجھے بغیر ہی آپ دہرانے کے عادی ہو چکے ہوں)⁽³⁾۔

(1) اسے احمد نے "مسند" ۱/۳۹۱ میں روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحہ" ۱۹۹:۱ میں اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(3) کتاب الدعاء لعبد اللہ الحنفی: ۲۳، ناشر: مدار الوطن - ریاض

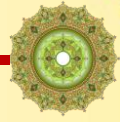


سورہ اعراف کی آیت ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [سورة الأعراف: 55-56].

ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔ اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید وار رہتے ہوئے۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی⁽¹⁾ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "دعا کے اندر دعائے حاجت طلبی اور دعائے عبات گزاری دونوں شامل ہیں، اللہ نے گڑگڑا کر دعا کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی حاجت طلبی کی دعا کریں تو الحاح و زاری کے ساتھ کریں اور عبادت گزاری کی دعا کریں تو یکسوئی اور انکساری کے ساتھ کریں، نیز یہ بھی حکم فرمایا کہ چپکے چپکے دعا کرے، یعنی

(1) آپ شیخ، علامہ و مفسر اور فقیہ عبد الرحمن بن ناصر السعدی ہیں، جن کا شمار نجد کے کبار علماء میں ہوتا ہے، تقسیم کے شہر بريدة میں وہ سکونت پذیر تھے، ان کی ولادت سنہ ۱۳۰۷ھ میں اور وفات سنہ ۱۳۷۶ھ میں ہوئی، بہت سے ایسے طلاب علم نے ان کی شاگردی اختیار کی جو بعد میں علماء بن کر ابھرے، جیسے شیخ عبد اللہ بن عبد العزیز بن عقیل، شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن البسام اور شیخ محمد بن صالح العثیمین وغیرہم۔ اللہ مردوں پر رحم فرمائے اور زندوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔



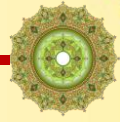
اتنی بلند آواز سے نہ کرے کہ ریاکاری کا خدشہ ہونے لگے، بلکہ رازدارانہ طور سے اخلاص و للہیت کے ساتھ دعا کرے۔

{ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں }، یعنی تمام معاملات میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے، یہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہے کہ بندہ اللہ سے ایسی چیزوں کا سوال کرے جو اس کے لیے زیبا نہیں، یا دعا میں تکلف⁽¹⁾ سے کام لے، یا دعا کرتے ہوئے بہت زیادہ آواز بلند کرے، یہ تمام صورتیں حد سے تجاوز کرنے میں داخل ہیں جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

{ دنیا میں فساد مت پھیلاؤ }، معصیت و نافرمانی کے ذریعہ، { بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے } اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ، کیوں کہ معصیت و نافرمانی، اخلاق، اعمال اور

⁽¹⁾ اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ سے جنت کی تفصیلی چیزوں کا سوال کرے، بے فائدہ اور بے سود کلام کرے، پر تکلف قافیہ بندی کرے، تفصیلی اوصاف کے ساتھ دعا کرے، لمبی چوڑی اور پیچیدہ بات کرے، جب کہ واجب یہ ہے کہ انہیں ترک کر کے جامع دعاؤں کو لازم پکڑے، آئندہ صفحات میں آئے گا کہ عبد اللہ بن مغفل نے جب اپنے بیٹے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تو ان کی نکیر کی کہ: اے اللہ! میں جب جنت میں داخل ہوں تو مجھے جنت کے دائیں طرف کا سفید محل عطا فرما۔

اس موضوع پر شیخ محمد بن احمد الفیثی حفظہ اللہ کی ایک مؤثر کتاب ہے جس کا عنوان ہے "الاعتداء فی الدعاء"، تفصیلی معلومات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

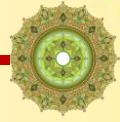


رزق میں بگاڑ پیدا کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ [سورة الروم: 41].

ترجمہ: خشکی و تری میں لوگوں کی بد اعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔

اسی طرح اطاعت و فرمانبرداری سے اخلاق، اعمال، رزق اور دنیا و آخرت کے احوال میں صالحیت اور بہتری پیدا ہوتی ہے۔ {تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید وار رہتے ہوئے}، یعنی اس کی سزا سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کی امید کرتے ہوئے، عبادت کی قبولیت کی امید کرتے ہوئے اور اس کے رد کئے جانے سے خوف کھاتے ہوئے، نہ کہ اس بندے کی طرح جو دعا کر کے یہ سمجھے کہ اس نے اپنے رب پر کوئی احسان کر دیا⁽¹⁾، چنانچہ خود پسندی میں مبتلا ہو جائے اور اپنے آپ کو رب سے بھی فائق سمجھنے لگے، اور نہ ہی اس شخص کی طرح جو بے پروائی اور بے توجہی سے غفلت اور لہو و لعب میں مبتلا ہو کر دعا کرے۔

(1) اپنے رب پر احسان جتانے کا یہ احساس عمل کو ضائع و برباد کر دیتا ہے، قرآن میں ہے: (احسان کر کے زیادہ لینے کی خواہش نہ کر)، نیز اللہ فرماتا ہے: (آپ کہہ دیجئے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی)۔

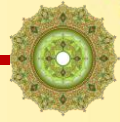


اللہ نے دعا کے جو آداب ذکر فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ: دعا خالص اللہ وحدہ کے لیے ہو، اس کے اندر چپکے چپکے راز دارانہ طور پر دعا کرنا شامل ہے، نیز دل میں خوف و امید ہو، نہ کہ غفلت و لاپرواہی کے ساتھ اور قبولیت سے بے توجہ ہو کر دعا کرے، دعا میں احسان کا یہی طریقہ ہے، کیوں کہ ہر عبادت میں احسان (احسن طریقے سے ادا کرنے کا مطلب) یہ ہے کہ اس کی ادائیگی میں مکمل لگن اور انتہائی توجہ سے کام لیا جائے، اور اس طرح کامل انداز میں اسے ادا کیا جائے کہ کسی قسم کا نقص باقی نہ رہے۔"

۴- دعا کرنے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر رب کے سامنے اپنے فقر و احتیاج کا اظہار کرے، اس سے اللہ عزیز و جبار کے حضور بندے کی پستی و انکساری اور فقر و در ماندگی ظاہر ہوتی ہے، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب بہت باحیا اور کریم (کرم والا) ہے، جب اس کا بندہ اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹاتے ہوئے اسے اپنے بندے سے شرم آتی ہے^(۱)۔

۵- دعا کرنے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر مغفرت کی دعا کر رہا ہو تو اپنے گناہوں کا اعتراف کرے، جو شخص انبیائے کرام کے طریقہ استغفار پر غور کرے گا اس کے سامنے یہ چیز واضح

^(۱) اس حدیث کو ابن ماجہ (۳۸۶۵) اور ابن حبان (۱۶۰۳/۳) نے روایت کیا ہے اور اسے البانی نے صحیح کہا ہے۔



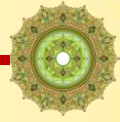
ہو جائے گی، آدم علیہ السلام نے دعا کی: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [سورة الأعراف: 23].

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اللہ عزیز و برتر نے مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَضَّبًا فَظَنَّ أَن لَّنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [سورة الأنبياء: 87].

ترجمہ: مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو! جب کہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔ بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: «اللهم إني ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب إلا أنت، فاعفر لي مغفرة من عندك، وارحمني إنك أنت الغفور الرحيم» اے اللہ! میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) بہت زیادہ ظلم کیا، گناہوں کو تیرے سوا کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔

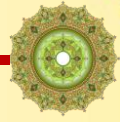


مجھے اپنے پاس سے بھرپور مغفرت عطا فرما اور مجھ پر رحم کر کہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا بے شک و شبہ تو ہی ہے⁽¹⁾۔

شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے عمدہ استغفاریہ ہے: «اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت، خلقتني وأنا عبدك، وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت، أبوء لك بنعمتك، وأبوء لك بذنبي، فاغفر لي، فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت، أعوذ بك من شر ما صنعت» (ترجمہ: اے اللہ! تو میرا پالنے والا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد پر قائم ہوں اور تیرے وعدہ پر۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہے۔ تیری نعمت کا طالب ہو کر تیری پناہ میں آتا ہوں اور اپنے گناہوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، تو میری مغفرت فرما کیوں کہ تیرے سوا گناہ اور کوئی نہیں معاف کرتا۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے برے کاموں سے)⁽²⁾۔

(1) بخاری (۸۳۴) و مسلم (۲۷۰۵)

(2) بخاری (۶۳۰۶)



۶- دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دعا کرنے والا اپنی حالت زار بیان کرے، جیسا کہ زکریا علیہ السلام کے بارے میں سورہ مریم کی ابتدائی آیتوں میں وارد ہوا ہے: ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ [سورة مریم: 4].

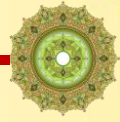
ترجمہ: کہا کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے، لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔

زکریا علیہ السلام نے دعا سے قبل رب کی رحمت اور شفقت حاصل کرنے کے لیے تمہید بیان کی کہ مجھ پر بڑھا پاتاری ہو چکا ہے، اور میں لاغر و کمزور ہو چکا ہوں، پھر اس کے بعد ماضی میں جو دعائیں قبول ہوئی تھیں ان کا وسیلہ اختیار کرتے ہوئے کہا: (لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا)۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب دو خواتین کے جانوروں کو پانی پلا دیا تو اس کے بعد کہا: ﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ [سورة القصص: 24].

ترجمہ: اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے، میں اس کا محتاج ہوں۔

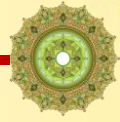
اس دعا کا نتیجہ تھا کہ خیر و بھلائی ان کے پاس خود چل کر آئی، بایں طور کہ ان دو میں سے ایک خاتون ان کے پاس آئیں اور اپنے والد سے ملنے کی پیش کش رکھی، جہاں انہیں تقویٰ شعار بیوی، نیک و صالح خسر اور ایسا شغل ملا جس نے فقیری سے بے نیاز کر دیا:



﴿فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى أَسْتَحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّكَ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا﴾ [سورة القصص: 25].

ترجمہ: تو ان دونوں میں سے ایک بہت حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی، اس نے کہا بے شک میرا والد تجھے بلا رہا ہے، تاکہ تجھے اس کا بدلہ دے جو تو نے ہمارے لیے پانی پلایا ہے۔

۷۔ دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دعا سے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے، اس کی دلیل بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص ان کلمات کے ساتھ نماز میں دعا کر رہا ہے: «اللهم اني أسألك بأني أشهدك أنك أنت الله لا إله إلا أنت الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد» (ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلے سے کہ میں تجھے اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، تو اکیلا (معبود) ہے تو بے نیاز ہے، (تو کسی کا محتاج نہیں تیرے سب محتاج ہیں)، (تو ایسا بے نیاز ہے) جس نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ ہی کسی نے اسے جنا ہے، اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہوا ہے)۔

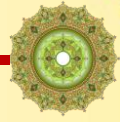


جب آپ نے یہ سنا تو فرمایا: قسم ہے اس رب کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس نے اللہ سے اس کے اسم اعظم (عظیم نام) کے حوالے سے دعا مانگی ہے کہ جب بھی اس کے حوالے سے دعا مانگی جاتی ہے تو وہ دعا قبول فرماتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے⁽¹⁾۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، (نماز سے فارغ ہو کر) اس نے دعا مانگی: «اللهم إني أسألك بأن لك الحمد لا إله إلا أنت المنان بديع السموات والأرض يا ذا الجلال والإكرام يا حي يا قيوم» (ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلے سے کہ: ساری حمد و ثنا تیرے لیے ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں، تو ہی احسان کرنے والا اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اے جلال اور عطا و بخشش والے، اے زندہ جاوید، اے آسمانوں اور زمینوں کو تھامنے والے!)۔ یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ سے اس کے اسم اعظم (عظیم نام) کے حوالے سے دعا مانگی ہے کہ جب بھی اس کے حوالے سے دعا مانگی جاتی ہے تو وہ دعا قبول فرماتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے⁽²⁾۔

(1) اسے ترمذی (۳۴۷۵)، ابن ماجہ (۳۸۵۷)، ابن حبان (۱۷۴/۳) اور احمد نے "مسند" (۵/۳۴۹، ۳۶۰) میں روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے ابوداؤد (۱۴۹۵)، ترمذی (۳۵۴۴)، نسائی (۱۳۰۰)، ابن ماجہ (۳۵۵۸)، اور احمد (۱۵۸/۳) وغیرہم نے روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ ابوداؤد کے روایت کردہ ہیں، اسے البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔



انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی کام سخت تکلیف و پریشانی میں ڈال دیتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: «یا حی یا قیوم برحمتک أستغیث» (یعنی: اے زندہ اور ہمیشہ رہنے والے! تیری رحمت کے وسیلے سے تیری مدد چاہتا ہوں) (1)۔

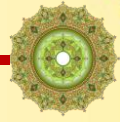
ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں میں ہے: بقرہ، آل عمران اور طہ۔

قاسم (جو کہ ابو امامہ سے اس اثر کو روایت کرتے ہیں) کہتے ہیں کہ: میں نے ان سورتوں میں تلاش و جستجو کی تو پتہ چلا کہ یہ اسم اعظم "الحی القیوم" ہے (2)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: «لا إله إلا الله العظيم الحليم، لا إله إلا الله رب العرش العظيم، لا إله إلا الله رب السموات ورب الأرض ورب العرش الكريم» (یعنی: کوئی معبود برحق نہیں ہے سوائے اللہ بلند و بردبار کے، اور کوئی معبود برحق نہیں سوائے اس اللہ کے جو عرش عظیم کا

(1) اسے ترمذی (۳۵۲۴) نے روایت کیا ہے اور البانی نے حسن کہا ہے۔

(2) اسے حاکم نے "مستدرک": ۱/۵۰۵ میں روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیح": ۷۶۶ میں صحیح کہا ہے، دیکھیں: صحیح



رب (مالک) ہے اور کوئی معبود برحق نہیں ہے سوائے اس اللہ کے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے (1)۔

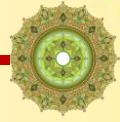
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ جب کوئی تکلیف و پریشانی لاحق ہو تو یہ دعا پڑھوں: "لا إله إلا الله الحليم الكريم، سبحان الله وتبارك الله رب العرش العظيم، والحمد لله رب العالمين" (یعنی: نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے جو بردبار اور قابل عزت ہے، پاک ہے اللہ اور بہت بابرکت ہے۔ اللہ جو عرش عظیم کا مالک ہے، اور تمام تعریفات اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے) (2)۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے دوران کی تھی وہ یہ تھی: «لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين» (یعنی: تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے، میں ہی ظالم (خطاکار) ہوں)، کیوں کہ یہ ایسی دعا ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان شخص اسے پڑھ کر دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا (3)۔

(1) اسے بخاری (۶۳۴۶) اور مسلم (۲۷۳۰) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے احمد نے "مسند" ۱/۹۱ میں روایت کیا ہے اور مسند کے محققین نے اسے صحیح کہا ہے۔

(3) اسے ترمذی (۳۵۰۵)، اور نسائی نے (الکبری: ۱۰۴۱) میں روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔



یہ اور ان جیسی دیگر احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دعا کرنے والے کو دعا سے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنی چاہیے، کیوں کہ یہ اللہ بلند و برتر کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ ہے، نیز یہ دل کی انکساری اور سپردگی کا بھی سبب ہے جس سے دعا قبول ہوتی ہے۔

دعا سے قبل حمد و ثنایاں کرنے کی سب سے بڑی مثال سورہ فاتحہ ہے، اس لیے کہ اس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم حمد و ثنا پر مشتمل ہے اور دوسری قسم دعا سے عبارت ہے، حمد و ثنایاں ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿٤﴾﴾

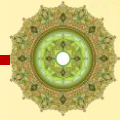
ترجمہ: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے۔

دوسری قسم دعا و مناجات سے عبارت ہے جو کہ سورہ کا بقیہ حصہ ہے: ﴿أَهْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾﴾

ترجمہ: ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا (یعنی جنہوں نے حق کو پہچانا مگر اس پر عمل پیرا نہیں ہوئے)، اور نہ گمراہوں کی (یعنی وہ لوگ جو جہالت کے سبب راہ حق سے برگشتہ ہو گئے)۔

میرا کہنا ہے: اللہ کی ربوبیت کا ذکر کر کے اللہ کی حمد و ثنایاں کرنا عظیم ترین حمد و ثنایاں سے ہے، بایں طور کہ دعا گو کہے: اے رب! میں تجھ سے فلاں اور فلاں چیز کا طلب گار



ہوں۔ قرآن کی بہت سی دعائیں اللہ کی ربوبیت سے شروع ہوتی ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿رَبَّنَا آئِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ﴿٢٠١﴾ [سورة البقرة: 201].

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے۔

نیز یہ فرمان: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ [سورة البقرة: 286].

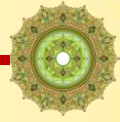
ترجمہ: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔

نیز یہ فرمان الہی: ﴿رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ [سورة آل عمران: 8].

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کی حالت میں اللہ کی بزرگی اور حمد بیان کرتے، اور نبی اکرم ﷺ پر صلاۃ و سلام (درود) بھیجتے سنا تو فرمایا: آپ دعا کریں آپ کی دعا قبول کی جائے گی، اور مانگیں آپ کو دیا جائے گا⁽¹⁾۔

(1) اسے ابو داؤد (۱۳۳۱)، ترمذی (۳۶۷۶) اور نسائی (۱۲۸۳) نے روایت کیا ہے، ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے، البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے۔



ایک روایت میں ہے کہ (آپ ﷺ نے ایک شخص کو نماز کے اندر دعا کرتے ہوئے سنا، اس نے نبی اکرم ﷺ پر صلاۃ (دروود) نہ بھیجا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے جلدی کی، پھر) آپ نے اسے بلایا، اور اسے اور اس کے علاوہ دوسروں کو خطاب کر کے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بھی نماز پڑھ چکے (یعنی: پوری نماز سے فارغ ہو کر صرف سلام کرنا باقی رہ جائے) تو اسے چاہیے کہ وہ پہلے اللہ کی حمد و ثنایاں کرے، پھر نبی ﷺ پر صلاۃ (دروود) بھیجے، پھر اس کے بعد وہ جو چاہے دعا کرے (1)۔

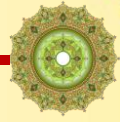
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے، اس میں سے ذرا سی بھی اوپر نہیں جاتی جب تک کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ پر صلاۃ (دروود) نہیں بھیج لیتے (2)۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت ہے کہ: ہر دعا اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک کہ محمد اور آل محمد ﷺ پر درود نہ بھیجی جائے (3)۔

(1) اسے ترمذی (۳۲۷۷)، ابن خزیمہ (۳۵۱/۱)، بیہقی (۱۳۸/۲) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے ترمذی (۴۸۶) نے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

(3) اسے طبرانی نے "الأوسط": ۷۲۵ میں روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھیں: السلسلۃ الصحیحہ:"



۸- دعا کی قبولیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے، اس کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ جلدی نہ کرے۔ یوں کہے کہ: میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول نہ کی (1)۔

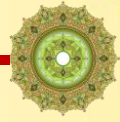
صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ: ہمیشہ بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا رشتہ توڑنے کی دعانہ کرے اور جلدی نہ کرے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! جلدی کے کیا معنی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں کہے کہ میں نے دعا پر دعا کی، میں نہیں سمجھتا کہ وہ قبول ہوگی۔ پھر ناامید ہو جائے اور دعا چھوڑ دے۔ (یہ مالک کو ناگوار ہوتا ہے پھر وہ قبول نہیں کرتا، بندے کو چاہیے کہ اپنے مالک سے ہمیشہ فضل و کرم کی امید رکھے۔ اگر دنیا میں دعانہ قبول ہوگی تو آخرت میں اس کا صلہ ملے گا) (2)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ہر وہ مسلمان جو کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں کسی گناہ اور رشتہ دار کی حق تلفی کی بات نہ ہو، تو اس کے بدلے اللہ تین میں سے کوئی ایک چیز عطا کرتا ہے: یا تو

میرا کہنا ہے: اس طرح کا اثر مرفوع حدیث کا حکم رکھتا ہے کیوں کہ محض اجتہاد و رائے کی بنیاد پر ایسا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

(1) اسے بخاری (۶۳۴۰) اور مسلم (۲۷۳۵) نے روایت کیا ہے۔

(2) صحیح مسلم: ۲۷۳۵



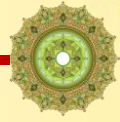
دنیا میں اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے، یا آخرت کے لیے اس کا بدلہ ذخیرہ کیا جاتا ہے، یا اس کے ہم مثل کوئی برائی اس سے دور کر دی جاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: تب تو ہمیں بکثرت دعا کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سب سے زیادہ نوازنے والا ہے⁽¹⁾۔

بسا اوقات دعا کی قبولیت میں تاخیر کسی ایسی حکمت کی وجہ سے ہوتی ہے جو اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، انسان تو مال اور مالداری کو پسند کرتا ہے، اگر اللہ تمام لوگوں کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں دولت سے مالا مال کر دے تو شاید وہ سرکشی اور فساد انگیزی پر اتر آئیں، اللہ نے سچ فرمایا: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ [سورة الشورى: 27]۔

ترجمہ: گر اللہ تعالیٰ اپنے (سب) بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔

⁽¹⁾ اسے احمد (۱۸/۳)، اور بخاری نے: الأدب المفرد (۷۰) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے، دیکھیں: کتاب الادب المفرد، ناشر: مکتبۃ المعارف-ریاض، "مسند احمد": ۱/۲۱۴ کے محققین نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔



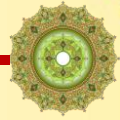
۹- دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جامع دعاؤں کا انتخاب کرے اور تفصیلات سے گریز کرے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جامع دعائیں پسند فرماتے اور جو دعا جامع نہ ہوتی اسے چھوڑ دیتے^(۱)۔

اس کی مثال فروة بن نوفل اشجعی کی یہ حدیث ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کون سی دعائیں مانگتے تھے؟ وہ بولیں: آپ ﷺ کہتے تھے: «أعوذ بك من شر ما عملت ومن شر ما لم أعمل» (یعنی: میں اس عمل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو میں نے کیا ہے اور جو نہیں کیا ہے)^(۲)۔

ابو موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے: «رب اغفر لي خطيئتي وجهلي وإسرافي في أمري كله، وما أنت أعلم به مني، اللهم اغفر لي خطاياي وعمدي وجهلي وهزلي، وكل ذلك عندي، اللهم اغفر لي ما قدمت وما أخرت وما أسررت وما أعلنت، أنت المقدم، وأنت المؤخر، وأنت على كل شيء قدير» (یعنی: میرے رب! میری خطا، میری نادانی اور تمام معاملات میں میرے حد سے تجاوز کرنے میں میری مغفرت فرما اور وہ گناہ بھی جن کو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت کر، میری خطاؤں میں، میرے بالا ارادہ اور بلا ارادہ کاموں میں اور میرے ہنسی مزاح کے کاموں میں اور یہ سب میری ہی طرف سے ہیں۔ اے اللہ! میری

(۱) اسے ابوداؤد (۱۳۸۲) اور ابن ابی شیبہ (۲۹۱۵۶) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

(۲) اسے مسلم نے روایت کیا ہے (۲۷۱۶)۔



مغفرت کر ان کاموں میں جو میں کر چکا ہوں اور انہیں جو کروں گا اور جنہیں میں نے چھپایا اور جنہیں میں نے ظاہر کیا ہے، تو سب سے پہلے ہے اور تو ہی سب سے بعد میں ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے⁽¹⁾۔

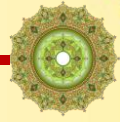
انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: نبی ﷺ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ﴿رَبَّنَا آئِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے)⁽²⁾۔
عماد الدین ابن کثیر⁽³⁾ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

دنیا کی بھلائی میں ہر قسم کی دنیاوی نعمت و نوازش شامل ہے، جیسے صحت و عافیت، وسیع محل، حسین بیوی، کشادہ رزق، نفع بخش علم، عمل صالح، آرام دہ سواری، ذکر جمیل اور دیگر وہ تمام

(1) اسے بخاری (۶۳۹۸) اور مسلم (۲۷۱۶) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۶۳۸۹) و مسلم (۲۶۹۰) نے روایت کیا ہے۔

(3) آپ عماد الدین، اسماعیل بن عمر بن کثیر، بصروی الاصل، دمشق اور شافعی ہیں، ان کی ولادت آٹھویں صدی کی ابتدا میں ہوئی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، فقہ و تفسیر اور نحو و تاریخ میں مہارت حاصل کی، ان کی بہت سی مفید تالیفات ہیں، سب سے مشہور تالیف "تفسیر القرآن العظیم" اور تاریخ میں "البدایہ والنہایہ" ہیں، آپ کی وفات سنہ ۷۴۲ھ میں ہوئی۔ ان کی سوانح کے لیے رجوع کریں: الدرر الکامنة لابن حجر، شذرات الذہب لابن العماد، البدر الطالع للشوکانی رحمہم اللہ۔



معانی جو مفسرین کی عبارتوں میں ذکر کئے گئے ہیں، ان کے درمیان کسی طرح کا تعارض نہیں ہے، کیوں کہ تمام معانی دنیا کی بھلائی میں داخل ہیں۔

رہی بات آخرت کی بھلائی کی تو اس کی اعلیٰ ترین قسم ہے جنت کا دخول اور اس کے متعلقات، جیسے عرصہ (1) قیامت (میدانِ محشر) کی ہولناکی اور گھبراہٹ (فزع اکبر) سے حفاظت، حساب کتاب میں آسانی اور ان جیسے آخرت کے دیگر اچھے معاملات۔

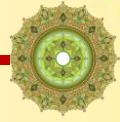
جہاں تک جہنم سے رہائی کی بات ہے تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ دنیا میں اس کے اسباب آسان کر دئے جائیں، جیسے معاصی اور محرّمات سے اجتناب اور شبہات اور حرام کردہ اشیاء سے دوری (2)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب و سنت میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ جامع ترین دعائیں ہیں جو غلطیوں سے پاک اور بابرکت ہیں، ان کا التزام کرنا (ان دعاؤں) سے بدرجہا بہتر ہے جو بے معنی کلام، پر تکلف قافیہ بندی، تفصیلی اوصاف، لمبی اور پیچیدہ گفتگو (پر مبنی ہوں)۔

(1) عرصہ کی جمع عرصات آتی ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں: ایسی کشادہ جگہ جہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ دیکھیں:

"النهاية"۔

(2) تفسیر سورة البقرة: آیت ۲۰۱

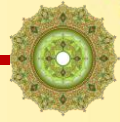


اس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے: ابو نعامة روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن معقل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کہتے سنا: اے اللہ! میں جب جنت میں داخل ہوں تو مجھے جنت کے دائیں طرف کا سفید محل عطا فرما، آپ نے کہا: میرے بیٹے! تم اللہ سے جنت طلب کرو اور جہنم سے پناہ مانگو، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: اس امت میں عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو طہارت اور دعا میں حد سے تجاوز کریں گے⁽¹⁾۔

ابو نعامة ہی کی روایت ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے نے کہا: میرے والد نے مجھے کہتے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا اور اس کی نعمتوں، لذتوں اور فلاں فلاں چیزوں کا سوال کرتا ہوں اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم سے، اس کی زنجیروں سے، اس کے طوقوں سے اور فلاں فلاں بلاؤں سے، تو انہوں نے مجھ سے کہا: میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دعاؤں میں مبالغہ اور حد سے تجاوز کریں گے، لہذا تم بچو کہ کہیں تم بھی ان میں سے نہ ہو جاؤ۔ جب تمہیں جنت ملے گی تو اس کی ساری نعمتیں خود ہی مل جائیں گی اور اگر تم جہنم سے بچا لیے گئے تو اس کی تمام بلاؤں سے خود بخود بچا لیے جاؤ گے⁽²⁾۔

(1) اسے ابو داؤد (۹۶)، ابن ماجہ (۳۸۶۴) اور ابن حبان (۱۶۶/۱۵) نے روایت کیا ہے اور البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اس حدیث کو ابو داؤد (۱۴۸۰) نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

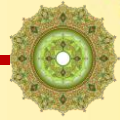


ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ: دعا میں قافیہ بندی سے پرہیز کرتے رہنا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے تھے⁽¹⁾۔ یعنی وہ اس سے بچتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر و اذکار اور دعا و مناجات افضل ترین عبادتوں میں سے ہیں، اور عبادت اسی وقت (قابل قبول) ہوتی ہے جب وہ شریعت میں ثابت ہو اور سنت نبی ﷺ کے مطابق اسے انجام دیا جائے، نہ کہ خواہش نفس کے مطابق جس عمل کو چاہادین میں عبادت کا درجہ دے دیا، دعا و اذکار کا اہتمام کرنے والے کے لیے سب سے افضل یہ ہے کہ نبی ﷺ سے مروی اذکار و ادعیہ کو اختیار کرے، ان دعاؤں کو لازم پکڑنے والا امن و سلامتی کی راہ پر گامزن رہتا ہے، ان سے جو فوائد اور نیچے حاصل ہوتے ہیں انہیں نہ تو زبان سے بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی انسان ان کا احاطہ کر سکتا ہے، ان کے علاوہ ذکر و دعا (کی جو بھی قسم ہے) وہ حرام بھی ہو سکتی ہے اور مکروہ بھی، بلکہ اس کے اندر شرک کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے جس سے بیشتر لوگ غافل ہوتے ہیں، یہ ایسا موضوع ہے جس کی تفصیل میں جانا باعث طوالت ہو گا۔

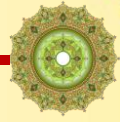
(1) اسے بخاری نے روایت کیا ہے (۶۳۳۷)



کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ لوگوں کے لیے خاص قسم کی کوئی ایسی دعا متعین کرے جو سنت سے ثابت نہیں ہے، اور اسے روزانہ کی عبادت بنادے جس پر لوگ پنج وقتہ نمازوں کی طرح پابندی سے عمل کریں، بلکہ یہ دین میں بدعت ایجاد کرنا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی، تاہم اگر انسان کبھی کبھار کوئی ایسی دعا کرے جسے لوگوں کے لیے سنت نہ بنائے، تو اس دعا کے بارے میں جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اندر کوئی حرام معنی داخل ہیں تب تک اس کی حرمت کا حتمی حکم نہیں دیا جاسکتا، لیکن ہو سکتا ہے کہ اس میں ایسے معنی پائے جاتے ہوں اور انسان کو احساس نہ ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ ضرورت کے وقت انسان کے ذہن و دل میں دعا آتی ہے، وہ دعا کرتا ہے، یہ اور اس جیسی دیگر دعاؤں کا حکم تقریباً یکساں ہے۔ البتہ غیر مشروع ورد کو اپنانا اور اسے سنت کا درجہ دینا ممنوع ہے، اس تفصیل کے بعد اہم بات یہ ہے کہ شرعی اذکار و ادعیہ کے اندر تمام قسم کے درست معانی، اور ہر طرح کے بلند و بالا مقاصد مذکور ہیں، ان کو چھوڑ کر ایجاد کردہ نئی دعاؤں کا سہارا وہی شخص لیتا ہے جو جاہل ہو یا غلو اور زیادتی سے کام لینے والا ہو^(۱)۔

۱۰- دعا کی قبولیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ دل جمعی اور یقین کامل کے ساتھ دعا کرے، لا پرواہی اور تذبذب کے ساتھ نہیں، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

(۱) مجموع الفتاویٰ: ۲۲/۵۱۰-۵۱۱



رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ سے قطعی طور پر مانگے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا فرما۔ کیوں کہ اللہ پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے (1)۔

اس مسئلہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے (2)۔

دعا میں تذبذب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بندہ دعا کی قبولیت سے بے نیاز ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے، یہ واجب ہے کہ انسان یقین کے ساتھ دعا کرے اور تذبذب سے دور رہے۔

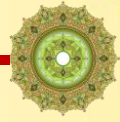
۱۱- قبولیت دعا کا ایک سبب یہ ہے کہ تین بار دعا کو دہرائے، اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: آپ ﷺ جب دعا کرتے تو تین بار کرتے اور جب اللہ سے کچھ مانگتے تو تین بار مانگتے (3)۔

(1) اسے بخاری (۶۳۳۸) اور مسلم (۲۶۷۸) نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں: علماء کہتے ہیں: اس دعا کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ مشیت کا استعمال اسی پر نافذ ہوتا ہے جس پر زبردستی کی جاسکتی ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے، اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

(2) دیکھیں: صحیح بخاری: (۶۳۳۹) اور صحیح مسلم: (۲۶۷۹)

(3) صحیح مسلم (۱۷۹۴)

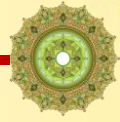


نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کو تین بار دہرانا مستحب ہے۔

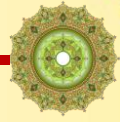
۱۲- دعا کی قبولیت کا ایک سبب یہ ہے کہ ہر حال میں دعا کی پابندی کرے، خواہ خوش حالی ہو یا تنگ حالی، اس سے غافل نہ ہو، کیوں کہ خوش حالی میں دعا کو لازم پکڑنا تنگ حالی کے وقت دعا قبول ہونے کا سبب ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: جسے اچھا لگے (اور پسند آئے) کہ مصائب و مشکلات (اور تکلیف دہ حالات) میں اللہ اس کی دعائیں قبول کرے، تو اسے کشادگی و فراخی کی حالت میں کثرت سے دعائیں مانگتے رہنا چاہیے^(۱)۔

۱۳- قبولیت دعا کا ایک سبب یہ ہے کہ انسان کی غذا حلال اور پاکیزہ ہو، اس کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اللہ پاک ہے اور حلال و پاک چیز کو ہی پسند کرتا ہے اور اللہ نے مومنوں کو انہیں چیزوں کا حکم دیا ہے جن چیزوں کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿يَتَأْتِيهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ [سورة المؤمنون: 51]۔ (ترجمہ: بے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں) اور اللہ نے یہ بھی فرمایا: ﴿يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ [سورة البقرة: 172]۔ (ترجمہ:

^(۱) اسے ترمذی (۳۳۸۲) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔



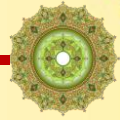
اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ، پیو) پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال اور غبار آلود ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعائیں مانگتا ہے (اے پروردگار! اے پروردگار!) اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا پہننا حرام کا ہے اور اس کی پرورش ہی حرام سے ہوئی ہے۔ پھر اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی (1)۔



قبولیت دعا کے اسباب سے متعلق ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی نکتہ سنجی

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الدعاء والدواء" کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

یہاں یہ بات قابل فہم ہے کہ ایسے اذکار، آیات، دعائیں جن سے شفا مطلوب ہو، یقیناً نافع اور شفا بخش ہوتی ہیں، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ محل اس کی قبولیت کی صلاحیت رکھتا ہو، اور فاعل و عامل کی قوت و ہمت اور اس کی تاثیر بھی قبولیت محل کی مقتضی ہو۔ اذکار، آیات اور دعائیں اگر مؤثر نہ ہوں، اور شفا نہ ملے تو سمجھ لینا چاہیے کہ پڑھنے اور دعا کرنے والے کی تاثیر و توجہ کمزور ہے، اثر قبول کرنے والے میں قبول تاثیر کی صلاحیت نہیں ہے، یا کوئی ایسی شدید اور سخت رکاوٹ موجود ہے جو دعا کی تاثیر کو روک رہی ہے، جس طرح کہ عموماً ظاہری اور حسی امراض میں دواؤں کا حال ہوا کرتا ہے، اور کبھی ایسا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ دوا کے اقتضاء اور تاثیر کے درمیان کوئی رکاوٹ مزاحم ہو جاتی ہے۔ طبیعت جب کسی دوا کو کامل طور پر قبول کر لیتی ہے تو جس درجہ طبیعت دوا کو قبول کرے گی، اسی درجہ بدن اور جسم کو نفع پہنچے گا۔ اسی طرح آدمی کا قلب کسی دعا اور تعویذ کو قبول کر لیتا اور دعا پڑھنے والے کے اندر ازالہ مرض کے لیے نفس فعالہ اور ہمت مؤثرہ ہوتی ہے تو یہ دعا مکروہ و ناگوار امر کی مدافعت اور حصول مطلوب و مقصود کا ایک قوی ترین سبب بن جاتی ہے، لیکن بسا اوقات دعا اور دم کی تاثیر اس لیے نہیں ہوتی کہ کسی ایسی چیز کی دعا کی جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور اس میں کسی پر ظلم ہو رہا ہے، یا اس لیے اثر نہیں ہوتا کہ دعا کے وقت قلب



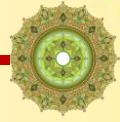
پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور کامل طور پر جمعیت خاطر نہیں پائی جاتی، اس لیے اس کا حال ایک ڈھیلی کمان کا سا ہوتا ہے اور ڈھیلی کمان سے پھینکے جانے والے تیر کی رفتار سست ہی ہوتی ہے، نیز اس لیے بھی تاثیر نہیں ہوتی کہ اجابتِ دعا میں کوئی اور چیز رکاوٹ پیدا کر رہی ہے، مثلاً حرام غذا کھائی جاتی ہے، یا کسی پر ظلم کیا جا رہا ہے، یادلوں پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا ہے اور قلوب پر غفلت، شہوت یا ہولعب کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بارگاہ الہی میں اس طرح دعا کرو کہ تمہارے اندر اجابت دعا کا پورا پورا یقین موجود ہو۔ خوب سمجھ لو کہ غافل و بے خبر قلب کی دعا اللہ قبول نہیں کرتا" ⁽¹⁾۔

دعا ایک ایسی پر تاثیر دوا ہے جو یقیناً نفع دیتی ہے اور مرض کو دفع کرتی ہے، مگر جب قلب غافل اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بے خبر ہو تو دعا کی قوت بے کار ہو جاتی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کا حکم اس نے انبیائے کرام کو دیا ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ

⁽¹⁾ اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔



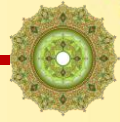
عَلِيمٌ ﴿ اور پھر یہ آیت پڑھی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ
وَأَشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ ءِتِيَاهُ تَعْبُدُونَ﴾ ﴿ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ایک آدمی طویل سفر کرتا ہے اور وہ اس حال میں ہے کہ خستہ حال اور گردوغبار سے اٹا ہوا
ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ سے مانگتا ہے۔ اے پروردگار! اے پروردگار! اور حال
یہ ہے کہ اس کی غذا حرام ہے، پینا حرام ہے، اس کے کپڑے حرام ہیں، حرام غذا کھائی ہے،
اس کی دعائیں طرح قبول ہوگی؟" (1)۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۲۱ پر مزید لکھتے ہیں:

"دعا اور تعوذات (اللہ سے پناہ مانگنا) اسلحے کی مانند ہیں، اور اسلحہ بھی صرف تیز دھار نہیں،
بلکہ مع سپاہی۔ خنجر اور تلوار تیز دھار ہوں اور ان میں کوئی نقص نہ ہو، نیز بازو بھی قوی اور
مضبوط ہوں اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تو اس سے دشمن کا کام ضرور تمام ہوگا۔ ان تین باتوں میں
سے اگر کوئی ایک بات بھی مفقود ہوگی تو ہتھیار یقیناً ناکام ہوگا۔ ہتھیار کی عمدگی اور تیزی کا
کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ دعائی نفسہ اچھی نہیں ہو، یا دعا کرنے والے کا دل اور زبان ایک نہ
ہوں، یا اجابت دعا میں کوئی دوسری چیز مانع ہو تو یقیناً دعا کا اثر نہ ہوگا"۔

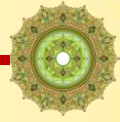
نیز صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں:

(1) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔



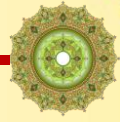
"کسی مقصد کے لیے جب دعا کے ساتھ حضور قلب اور جمعیت خاطر ہو اور اجابت دعا کے چھ خاص اوقات میں سے کوئی وقت بھی پایا جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے، اور وہ چھ اوقات یہ ہیں: رات کا آخری تہائی حصہ، اذان کے وقت، اذان و اقامت کے درمیان کا وقت، فرض نماز کے بعد، جمعہ کے دن جب امام منبر پر چڑھے تا آن کہ نماز جمعہ ختم ہو جائے، جمعہ ہی کے دن نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت۔ ان اوقات کے ساتھ ساتھ قلبی خضوع و خشوع ضروری ہے اور بارگاہ رب العالمین میں عجز و انکساری، ذلت و خاکساری، تضرع و الحاح اور رقت قلب بھی، اور دعا کرنے والے کا رخ قبلے کی طرف، کامل طہارت کے ساتھ ہو، اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ الہی میں اٹھائے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں، درود شریف بھیجے اور اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے۔ پھر پوری ہمت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور نہایت الحاح و زاری، تملق⁽¹⁾ و خاکساری کے ساتھ بارگاہ الہی میں اپنا سوال پیش کرے اور ترغیب و ترہیب، امید و خوف کے ساتھ اس کی جناب میں دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ، اس کی مقدس صفات اور اس کی توحید کا وسیلہ پکڑے۔ دعا سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کرے تو امید ہے کہ یہ دعا مسترد نہ ہوگی، خصوصاً جب کہ وہ دعائیں پڑھی

(1) یعنی بارگاہ الہی میں لطف و محبت کا اظہار کرے، دیکھیں: "الصالح فی اللغۃ" للجبوری، مادہ: تملق۔



جائیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان کے قبول ہونے کی امید کی جاسکتی ہے، یا وہ دعائیں پڑھی جائیں جن میں اسم اعظم موجود ہے" (1)۔

(1) ابن قیم کے مذکورہ کلام کا ترجمہ الداء والدواء کے اردو ترجمہ بعنوان: "دوائے شافی" سے نقل کیا ہے۔

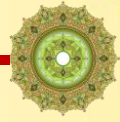


شبهات اور ان کے جوابات

کچھ لوگ چند احادیث کی بنیاد پر اس گمان میں مبتلا ہو گئے کہ ان سے قبروں کے پاس دعا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، جب کہ حقیقت میں یہ حدیثیں ضعیف ہیں، ان سے دلیل پکڑنا درست نہیں، ان میں سب سے مشہور یہ چار احادیث ہیں:

پہلی حدیث: جو لوگ قبر نبی ﷺ کے پاس دعا کرنے کی افضلیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ دلیل کے طور پر بیہقی کی اس روایت کو پیش کرتے ہیں جسے انہوں نے "شعب الایمان" میں روایت کیا ہے، کہتے ہیں:

ہم کو ابو سعید بن ابو عمرو نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابو عبد اللہ الصفاری نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابو بکر بن ابوالدنیانے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہم کو سعید بن ابوعثمان نے یہ حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی فدیک نے یہ حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے ایک معاصر کو یہ کہتے سنا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کی قبر کے پاس کھڑا ہو کر اس آیت کی تلاوت کرے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ اور: "اے محمد اللہ آپ پر درود (رحمت) بھیجے" کا ورد ستر دفعہ کرے تو فرشتے اسے جواب



دیتے ہیں کہ: اے فلاں! تجھ پر اللہ کی رحمت و نوازش ہو، تیرا کوئی سوال مسترد نہیں ہوگا⁽¹⁾۔

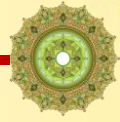
اس حدیث کو ابو عبد اللہ النجار نے اپنی کتاب "أخبار المدینہ" میں ابن ابی الدنیا کے طریق سے روایت کیا ہے⁽²⁾۔

جواب: یہ اثر ضعیف جدا (بہت ہی کمزور) ہے، اس کا قائل غیر معروف ہے، ابن ابی فدیک نے جس سے روایت کیا ہے وہ مجہول ہے، کہتے ہیں کہ: اپنے ایک معاصر (کو کہتے سنا)! نیز یہ کہ اس مجہول شخص نے کہا کہ: (ہمیں یہ خبر پہنچی ہے)، چنانچہ روایت کرنے والا بھی مجہول اور جس سے روایت کی جا رہی ہے وہ بھی مجہول، اس بنیاد پر یہ حدیث معضل ہے (جس میں دوراوی پے در پے ساقط ہیں)۔

اس پر مستزاد یہ کہ متن حدیث بھی منکر ہے، کیوں کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص میرے اوپر ایک بار صلاۃ (درود و رحمت) بھیجے گا، تو اللہ اس پر دس بار صلاۃ (درود و رحمت) بھیجے گا"۔ جب کہ مذکورہ حدیث یہ بتاتی ہے کہ جو شخص نبی ﷺ پر ستر

(1) شعب الایمان: ۳/۴۹۲، حدیث نمبر: ۴۱۶۸

(2) الدرۃ الثمینیۃ فی أخبار المدینہ: ۲۹۴



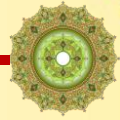
دفعہ صلاۃ (درود و رحمت) بھیجے گا، اس پر فرشتے ایک دفعہ صلاۃ (درود و رحمت) بھیجیں گے!
 (1)۔

دوسری حدیث: محمد بن الحسن بن زبالہ اپنی کتاب "اخبار المدینہ" (2) میں لکھتے ہیں: میں نے محمد بن کیسان نامی مدینہ کے ایک باشندے کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھنے کے بعد جب ہم ربیعہ بن ابو عبد الرحمن (3) کے حلقہ علم میں بیٹھے ہوتے، تو وہ مسجد میں آتا، قبر کے پاس کھڑے ہو کر نبی ﷺ پر درود پڑھتا اور شام ہونے تک دعا کرتے رہتا، ربیعہ کے ہم نشینوں نے کہا کہ: اسے دیکھیں کیا کر رہا ہے؟ اس پر ربیعہ نے کہا: اسے اپنا کام کرنے دو، کیوں کہ انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی اجر ملتا ہے۔

(1) اس حدیث کی علتیں میں نے "اقتضاء الصراط المستقیم" ۲/۳۰ سے نقل کی ہے۔

(2) میں نے یہ اثر ابن تیمیہ کی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" ۲/۳۱ سے نقل کیا ہے، کیوں کہ "اخبار المدینہ" ایک مفقود کتاب ہے، جیسا کہ اسکالر صلاح بن عبد العزیز بن سلامہ نے اپنے مقالہ میں لکھا ہے، مقالہ کا عنوان ہے: "اخبار المدینہ"، اسے مرکز بحوث و دراسات المدینہ نے نشر کیا ہے، اس کے اندر موصوف اسکالر نے ان کتابوں سے ابن زبالہ کے اقوال جمع کئے ہیں جن میں ان کی کتاب سے نقل و استفادہ کیا گیا ہے، جیسے علی بن عبد اللہ السمرودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفیٰ"۔

(3) آپ ربیعہ بن ابو عبد الرحمن فروخ، مشہور فقیہ ابو عثمان مدنی ہیں، جو مدینہ کے عالم تھے، انہیں ربیعہ الرای کہا جاتا ہے، انہوں نے انس اور ابن المسیب سے اخذ و استفادہ کیا، ان کا حلقہ فتویٰ ہو کرتا تھا، ان سے مالک نے اخذ و استفادہ کیا، ان کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی۔ ان کی سوانح کے لیے رجوع کریں: تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔



جواب: اس قصہ کی سند ضعیف جدا (بہت کمزور) ہے، کیوں کہ اس کا راوی - حسن بن محمد بن زبالہ - کذاب ہے، یہ ابوداؤد کا قول ہے۔

نسائی نے اسے: متروک کہا ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں کہ: وہ واہی الحدیث (نہایت ضعیف راوی) ہے۔

دارقطنی نے کہا کہ وہ: منکر الحدیث ہے (1)۔

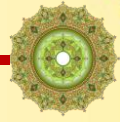
ابن حزم کہتے ہیں کہ: وہ پورے طور پر ناقابل احتجاج ہے، یحییٰ بن معین نے کہا کہ: وہ ثقہ نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ اس کے ناقابل اعتبار ہونے پر سبھوں کا اتفاق ہے (2)۔

ان اقوال کی بنا پر مذکورہ قصہ سے استدلال کرنا درست نہیں، اور ربیعہ اس قصہ سے بری ہیں کیوں کہ اس کا راوی ہی کذاب ہے۔

تیسرا اثر: ابن زبالہ "اخبار المدینة" میں لکھتے ہیں: مجھ سے عمر بن ہارون نے بیان کیا، ان سے سلمۃ بن وردان نے بیان کیا کہ انہوں نے انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ نبی ﷺ پر سلام پیش کرنے کے بعد اپنی پشت قبر کی طرف کر کے (یعنی قبلہ رخ ہو کر) دعا کرنے لگے۔

(1) میزان الاعتدال: ۶/۱۰۸

(2) المحلی: ۵/۳۳۲-۳۳۳



جواب: یہ اثر بھی ضعیف جدا (بہت کمزور) ہے، کیوں کہ ابن زبالہ کا نام محمد بن حسن بن زبالہ ہے، جو کہ کذاب راوی ہے، اور عمر بن ہارون متروک راوی ہے جس پر جھوٹ کی تہمت ہے⁽¹⁾، نیز سلمہ بن وردان بھی ضعیف الحدیث راوی ہے⁽²⁾۔⁽³⁾

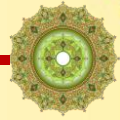
چوتھا اثر: قبروں کے پاس دعا کرنے کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے لوگوں نے جن دلائل کا سہارا لیا ان میں بعض ائمہ عظام کی طرف منسوب من گھڑت کہانیاں بھی ہیں، جنہیں ان لوگوں نے قابل اتباع شریعت کا درجہ دے رکھا ہے! ان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب یہ حکایت بھی ہے کہ وہ ابو حنیفہ کی قبر کے پاس جا کر دعا کرتے تھے، اس حکایت کو خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں روایت کیا ہے، کہتے ہیں:

ہمیں قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد الصیمری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں عمر بن ابراہیم المقرئی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں مکرم بن احمد نے بیان کیا، ان سے عمر بن اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے علی بن میمون نے بیان کیا کہ میں نے شافعی کو کہتے ہوئے سنا: میں ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت

(1) دیکھیں: تقریب التہذیب

(2) دیکھیں: تقریب التہذیب

(3) ملاحظہ کریں ابن تیمیہ کا قول: اقتضاء الصراط المستقیم "۲: ۳۳۳

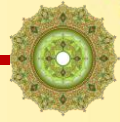


کرتا ہوں، اگر کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دور کعت پڑھ کر ان کی قبر پر جاتا ہوں اور وہاں اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں، اس کے بعد فوراً ہی میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے^(۱)۔

جواب: اس قصہ کو شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا چھ اسباب کی وجہ سے غلط اور بے بنیاد ہے:

پہلی وجہ: قصہ کی سند ضعیف ہے، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ ایک ضعیف بلکہ باطل و بے بنیاد روایت ہے، کیوں کہ عمر بن اسحاق بن ابراہیم نامعروف شخص ہے، کتب رجال میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا، ممکن ہے کہ وہ عمرو- عین کے فتحہ کے ساتھ - بن اسحاق بن ابراہیم بن حمید بن السکن ابو محمد التونسی ہوں، جن کی سوانح خطیب نے (تاریخ بغداد: ۲/۲۲۶ میں) ذکر کی ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ بخارا کے رہنے والے تھے، سفر حج کے دوران سنہ ۳۴۱ھ میں بغداد بھی آئے تھے، خطیب نے ان کے سلسلے میں کوئی جرح و تعدیل ذکر نہیں کی ہے، چنانچہ وہ مجہول الحال ہیں، تاہم یہ بعید از قیاس لگتا ہے کہ سند میں وارد عمر سے مراد یہ عمرو ہوں، اس لیے کہ ان کے شیخ علی بن میمون کی وفات اکثر اقوال کے مطابق سنہ ۲۴۷ھ میں ہوئی، اس بنا پر ان دونوں کی وفات کے درمیان سو سال کا

(۱) تاریخ بغداد: ۱/۴۵۵، تحقیق: بشار عواد، طباعت: دار الغرب الاسلامی - بیروت



فاصلہ ہے، بنا بریں یہ محال معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے علی کا زمانہ پایا ہو۔ بہر صورت یہ ایک ضعیف روایت ہے جس کی صحت کی کوئی دلیل نہیں (1)۔

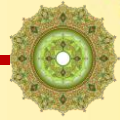
دوسری وجہ: وقوع قصہ کا ناممکن ہونا، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ایک ناممکن امر ہے کہ امت کسی ایسے عمل کے قابل تحسین ہونے پر متفق ہو کہ اگر وہ قابل تحسین ہوتا تو سلف نے اس پر ضرور عمل کیا ہوتا، جب کہ اس پر ان کا عمل ثابت نہیں ہے، کیوں کہ اگر ایسا ہو تو اجماعی مسائل میں اختلاف و تعارض لازم آئے گا، جب کہ اجماعی مسائل کے درمیان کوئی تعارض نہیں پایا جاتا، اگر امت کے متاخرین طبقہ کا اجماعی مسائل میں اختلاف ہو جائے تو ان کے درمیان حدِ فاصل کتاب و سنت اور اجماعِ سلف ہے، خواہ منصوص ہو یا مستنبط، یہ اختلاف بھلا کیوں کر واقع ہو سکتا ہے جب کہ - الحمد للہ - کسی معروف امام اور قابلِ اتباعِ عالم سے ایسا منقول نہیں، بلکہ اس سلسلے میں جو بھی روایت نقل کی جاتی ہے وہ من گھڑت اور جھوٹ ہے، جیسا کہ کچھ لوگ امام شافعی کے بارے میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں: اس کے بعد مذکورہ قصہ ذکر فرمایا (2)۔

(1) "السلسلة الضعيفة" ۷۸/۱ مع اختصار

علامہ البانی نے اسی جگہ کوثری پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: کوثری کا یہ کہنا کہ: (امام شافعی کا ابو حنیفہ کو وسیلہ بنانے کا ذکر "تاریخ بغداد" میں صحیح سند کے ساتھ مذکور ہے) ان کی مبالغہ آمیزی اور غلط بیانی ہے۔

(2) مجموع الفتاویٰ ۶۹۲/۲، معمولی تصرف کے ساتھ



تیسری وجہ: ابن تیمیہ مزید رقم طراز ہیں: جب شافعی بغداد تشریف لائے، اس وقت بغداد کے اندر کوئی بھی ایسی قبر نہ تھی کہ دعا کی غرض سے جس کا قصد کیا جاتا ہو، بلکہ شافعی کے زمانے میں یہ بات معروف بھی نہ ہوئی تھی، شافعی نے حجاز و یمن، شام و عراق اور مصر کے اندر ان انبیاء، صحابہ اور تابعین کی قبریں دیکھی تھیں جو ان کے نزدیک اور عام مسلمانوں کے نزدیک ابو حنیفہ اور ان جیسے دیگر علما سے افضل ہیں، تو آخر وہ ابو حنیفہ کی قبر پر ہی کیوں کر دعا کرتے۔

مزید یہ کہ ابو حنیفہ کے وہ شاگرد جنہیں ان کی صحبت و معاشرت حاصل ہوئی تھی جیسے ابو یوسف، محمد، زفر اور حسن وغیر ہم، وہ بھی دعا کے لیے کسی قبر کا قصد نہیں کرتے تھے، نہ ابو حنیفہ کی قبر کا اور نہ کسی اور کی قبر کا⁽¹⁾۔

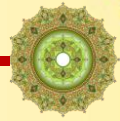
چوتھی وجہ: شافعی کا یہ قول گزر چکا ہے جو ان کی کتاب میں موجود ہے کہ مخلوق کی قبروں کی تعظیم کرنا مکروہ ہے کیوں کہ اس سے فتنے کا خدشہ ہے⁽²⁾۔ نیز یہ کہ اس طرح کی کہانیاں کم

(1) مجموع الفتاویٰ: ۶۹۲/۲، معمولی تصرف کے ساتھ۔

(2) شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الام" میں کتاب الجنائز، باب ما یكون بعد الدفن کے اندر لکھتے ہیں:

مجھے یہ پسند نہیں کہ قبر کو پختہ بنایا جائے، کیوں کہ یہ زیب و زینت اور فخر و تکبر کے ہم مشابہ ہے، جب کہ موت کا دونوں میں سے کسی سے کوئی ربط و تعلق نہیں، اور نہ ہی میں نے مہاجرین و انصار کی قبروں کو پختہ دیکھا ہے۔

بلکہ مکہ کے بعض والیوں کو میں نے دیکھا کہ وہ پختہ قبروں کو مسمار کر رہے ہیں اور فقہان پر نکیر بھی نہیں کر رہے ہیں۔ آپ اسی باب میں مزید لکھتے ہیں: مجھے یہ ناپسند ہے کہ قبر پر مسجد تعمیر کی جائے۔



علم اور کم دین لوگ ہی گھڑتے ہیں اور یہ کہ اس طرح کی حکایتیں نامعلوم اور مجہول لوگوں سے ہی روایت کی جاتی ہیں۔ جب کہ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ اس طرح کی بے تکی حکایتیں اگر اس ذات گرامی (ﷺ) سے بھی مروی ہوں جو اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، تو بھی ہم ان سے دلیل پکڑنا درست نہیں مانتے جب کہ وہ ثابت نہ ہو جائیں، تو بھلا کسی اور سے منقول حکایات کی کیا حقیقت؟⁽¹⁾۔

پانچویں وجہ: شیخ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی⁽²⁾ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "طلیعیۃ التکلیل"⁽³⁾ میں مذکورہ قصہ کی سند کا ضعف واضح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

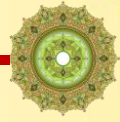
سند کی یہ حالت ہے، کسی بھی علم شناس سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس طرح کی سند سے کوئی روایت ثابت نہیں ہوتی، اس کی تاکید خود قصہ کی حقیقت سے ہوتی ہے، وہ یہ کہ شافعی کاہر

(1) مجموع الفتاویٰ: ۶۹۲/۲، معمولی تصرف کے ساتھ۔

(2) شیخ عبدالرحمن کی نشوونما یمن کے اندر ہوئی، سنہ ۱۳۲۹ھ میں آپ نے جزیرہ عرب کے خطہ حیران کا سفر کیا اور قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے، پھر ۱۳۴۱ھ میں آپ نے ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد میں تقریباً پچیس سال تک حدیث اور تاریخ کی کتابوں کی تصحیح و تنقیح کا کام کرتے رہے، پھر سنہ ۱۳۷۱ھ میں مکہ واپس آئے اور حرم مکی کی لائبریری میں امین متعین ہوئے، اپنی وفات سنہ ۱۳۸۶ھ تک یہیں خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ نے علم رجال وغیرہ میں ایک قابل قدر علمی ترکہ چھوڑا، آپ کی تالیفات میں "التکلیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل" اور ابن ابی حاتم کی کتاب "الجرح والتعدیل" کی تحقیق سرفہرست ہیں۔ آپ کی سوانح کے لیے

رجوع کریں: الأعلام للزركلي: ۳/۳۲۲

(3) صفحہ: ۷۶، ناشر: دار عالم الفوائد - مکہ

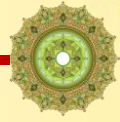


روز ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت کرنا عادتاً مستحیل ہے، نیز ان کا قبر کے پاس دعا کا قصد و اہتمام کرنا بھی محال ہے، کیوں کہ حاجت طلبی کے لیے قبروں کا قصد کرنا عہد شافعی کے ایک مدت بعد متعارف ہوا، رہی بات قبر کے پاس نماز کے اہتمام و قصد کرنے کی تو یہ اور بھی زیادہ مستحیل ہے۔

چھٹی وجہ: امام شافعی کا امام ابو حنیفہ کی قبر کو وسیلہ بنانا اس وجہ سے بھی مستحیل ہو سکتا ہے کہ خود ابو حنیفہ اس کی حرمت کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے: "کسی کے لیے بھی یہ زیبا نہیں کہ اللہ کو اس کے علاوہ کسی اور کے وسیلے اور توسط سے پکارے، مجھے یہ ناپسند ہے کہ کوئی ایسے دعا کرے: تجھ سے تیرے عرش کی عظمت و جلال کے واسطے سے سوال کرتا ہوں، یا یہ کہے کہ: فلاں کے وسیلے سے، انبیاء و رسل کے صدقے، اور بیت الحرام کے حوالے سے سوال کرتا ہوں۔ یہ بالکل ہی نامعقول بات ہے (1)۔"

ان تفصیلات کی بنیاد پر محققین ائمہ نے مذکورہ قصہ کو بے بنیاد اور نامعقول قرار دیا ہے۔ امام ابن القیم نے اپنی کتاب "اغاثۃ اللہغان" میں اپنے استاد ابن تیمیہ رحمہما اللہ کا یہ قول نقل کیا

(1) منقول از: "التوصل إلى حقيقة التوسل" للشيخ نسيب الرفاعي رَحِمَهُ اللهُ، معمولی تصرف کے ساتھ، صفحہ: ۳۳۱-۳۳۲،

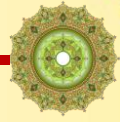


ہے: "شافعی کے بارے میں جو حکایت نقل کی جاتی ہے کہ وہ ابو حنیفہ کی قبر کے پاس دعا کا قصد و اہتمام کرتے تھے، وہ فاش جھوٹ ہے" (1)۔

تنبیہ: ابن حجر ہیثمی مکی (2) نے اپنی کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان" کے اندر پچیسویں باب میں اس قصہ کو نقل کیا ہے۔ اس سے ہوشیار و خبردار رہیں (دھوکا نہ کھائیں)!

(1) صفحہ: ۳۹۲

(2) آپ احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی شافعی ہیں، آپ ایک شافعی فقیہ اور صوفی تھے، مکہ آکر وہیں سکونت پزیر رہے تا آن کہ ان کی وفات ہو گئی، آپ کی موت سنہ ۹۷۳ھ میں ہوئی، ان کی سوانح کے لیے رجوع کریں: ابن العماد عبدالحی بن احمد عکری دمشقی کی کتاب: "شذرات الذہب فی أخبار من ذہب"، ناشر: دار ابن کثیر - دمشق۔



خاتمہ

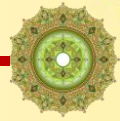
سابقہ تفصیلات سے یہ واضح ہو گیا کہ دعا کی قبولیت کے لیے کون سے مقامات مشروع ہیں، خواہ ان کا تعلق زمان و مکان سے ہو یا احوال و کوائف وغیرہ سے، نبی ﷺ نے جو اپنی امت پر نہایت شفیق و مہربان تھے۔ انہیں پوری طرح واضح فرمادیا، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان مقامات کے علاوہ قبروں اور دیگر ایسی جگہوں پر دعا کا قصد و اہتمام کرے جس کی شریعت میں کوئی صحیح دلیل نہیں، تو اس نے دین الہی میں نئی چیز کا اضافہ کیا، اللہ پر ایسی بات کہی جس کا اسے علم نہیں، اور شریعت کے تین نارواجرات کا مظاہرہ کیا۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

صلی اللہ علی نبینا محمد، وعلی آلہ وصحبہ ، وسلم تسلیمًا کثیرا۔

از قلم:

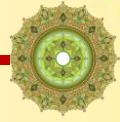
ماجد بن سلیمان الرسی

۲۸ شعبان ۱۴۳۲ھ

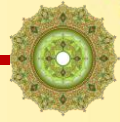


فہرستِ موضوعات

صفحات	موضوعات
۳	مقدمہ
۹	باب: قبولیت کے قصد سے قبروں پر دعا کرنا باطل عمل ہے
۲۱	قبروں پر دعا کرنے سے متعلق امام مالک اور دیگر علماء کے اقوال
۲۵	خلاصہ
۲۷	باب: قبولیتِ دعا کے شرعی اسباب
۲۸	پہلی قسم: وہ سبب جو دعا گو کی ذات سے متعلق ہے
۳۱	دوسری قسم: وہ اسباب جو دعا گو کی عبادت سے متعلق ہیں، وہ نو ہیں
۳۸	تیسری قسم: وہ اسباب جو دعا گو کی حالت سے متعلق ہیں، وہ پانچ ہیں
۴۲	چوتھی قسم: وہ اسباب جو دعا کے وقت سے متعلق ہیں، وہ پانچ ہیں

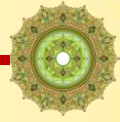


۴۹	پانچویں قسم: وہ اسباب جو زمان و مکان سے متعلق ہیں، وہ دو ہیں
۵۰	چھٹی قسم: وہ اسباب جو دعا کے آداب سے متعلق ہیں، وہ تیرہ ہیں
۷۸	قبولیتِ دعا کے اسباب سے متعلق ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی نکتہ سنجی
۸۳	شبہات اور ان کے جوابات
۹۴	خاتمہ
۹۵	فہرستِ موضوعات
۹۷	فہرستِ مصادر و مراجع



فهرست مصادر ومراجع

- 1 - سنن النسائي، احمد بن شعيب النسائي، ناشر: مكتبة الرشد -رياض
- 2 - المعجم الاوسط، سليمان بن احمد الطبراني، تحقيق: ايمن صالح شعبان و سيد احمد اسماعيل ، ناشر: دار الحديث-قاهره
- 3 - سنن الدارمي، عثمان بن سعيد الدارمي، تحقيق: دكتور مصطفى بن ديب البغا، ناشر: دار القم -دمشق
- 4 - الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، عبد الله بن ابي شيبة، تحقيق: محمد عبد السلام شابين، ناشر: مكتبة دار الباز ، مكة
- 5 - المصنف، عبد الرزاق الصنعاني، تحقيق: حبيب الرحمن اعظمي، ناشر: المكتب الاسلامي-بيروت
- 6 - شعب الايمان، ابو بكر البيهقي، تحقيق: محمد سعيد بن بسيوني زغلول، ط ١، ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت
- 7 - فضل الصلاة على النبي ﷺ، اسماعيل بن اسحاق القاضي، تحقيق: شيخ محمد ناصر الدين الالباني، ناشر: المكتب الاسلامي-بيروت
- 8 - اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ابن تيميه، تحقيق: دكتور ناصر بن عبد الكريم العقل، ط ٥، ناشر: مكتبة الرشد-رياض



- 9 - الرد على الإخنائى، ابن تيميه، تحقيق: احمد بن مونس العنزى، ناشر: دار الخراز-جدة
- 10 - إغاثة اللفهان فى مصايد الشيطان، ابن قيم الجوزيه، تحقيق: محمد عزيز شمس، ناشر: دار عالم الفوائد-مكة
- 11 - الأمر بالاتباع والنهى عن الابتداع، جلال الدين سيوطى، تحقيق: مشهور حسن سلمان، ط٢، ناشر: دار ابن القيم -دمام
- 12 - الشفا بتعريف حقوق المصطفى، قاضى عياض بن موسى اليحصبى، تحقيق: محمد العلاوى، ناشر: دار ابن رجب-مصر
- 13 - زاد المعاد فى هدى خير العباد، ابن القيم، تحقيق: عبد القادر الارناؤوط وشعيب الارناؤوط، ناشر: مؤسسة الرسالة-بيروت
- 14 - الداء والدواء، ابن القيم، تحقيق: على بن حسن بن عبد الحميد، ط٩، ناشر: دار ابن الجوزى-دمام
- 15 - النبذ المستطابة فى الدعوات المستجابة، سليم الهلالى، ناشر: دار ابن الجوزى-دمام
- 16 - كتاب الدعاء، عبد الله الخضيرى، ناشر: مدار الوطن-رياض